

"ہی کما۔" وہ چلائے۔ حریت نہی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"ایکنگ بت اچھی کر لیتے ہیں آپ۔"

"ایسا کہ رہے ہیں آپ؟" اسپکٹر کامران مرزا کو غصہ آگیا۔ لیکن اسی وقت اسپکٹر جمیش نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ جس کا مطلب تھا۔ یہ وقت غصے میں آئے کا انہیں ہے۔ اسپکٹر کامران مرزا کو جو ہوا سالاگا۔ جیسے اچانک ہوش میں آگئے ہوں۔

"وہ کوئی کہاں ہے؟"

"لیبارٹری انچارج کے پاس۔" اس کو وہی عدالت میں چین کریں گے۔ اپنی گواہی کے ساتھ۔ اور ساتھ میں سرجون کی روپورت بھی ہو گی۔ جس میں لکھا ہو گا کہ مقتول کے جسم سے یہی کوئی رہاء ہوئی ہے۔"

"اوہ۔" اوہ۔ ہم کیا سمجھ رہے تھے اور معاملہ کیا تکل آیا۔

لیکن۔۔۔" اسپکٹر جمیش بڑی طرح چون گے۔

"لیکن کیا؟"

"اس وقت تو ہوٹل کے تمام دروازے اندر سے بند تھے۔ ان کا مطلب ہے۔ قاتل باہر سے تو آیا ہی نہیں تھا۔"

"تیر تو اور اچھی بات ہو گئی۔ آپ نے خود اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔"

"ہم میں سے یہ کام کسی نے بھی نہیں کیا۔"

"تب پھر میں سب کو گرفتار کر دیا ہم نے۔ آپ کا دماغ تو درست

ہے۔" اسپکٹر جمیش کو بھی غصہ آگیا۔

اب اسپکٹر کامران مرزا نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔۔۔ مطلب یہ تھا کہ یہ وقت غصے کا نہیں ہے۔۔۔ وہ سکرا دیے۔۔۔ پھر زم آوازیں بو لے۔۔۔

"تمہارے علاوہ بھی یہاں اور لوگ موجود تھے۔۔۔ یہ سب ال۔۔۔ انہوں نے ہمہ یہاں اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کہا۔" کیا مطلب ہے۔ آپ اس قتل کا الراہم تھا۔۔۔ سر تھوپ رہے ہیں۔۔۔ ہمہ اب یہاں طرح اچھا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ میں نے ایک بات کی ہے۔۔۔ صدر خوبی کی بات کے دا ب میں۔۔۔"

"یہ لوگ بھلا اپنے سابقہ مالک کو کیوں قتل کرتے۔۔۔ وہ بے درا تو ہوٹل سے رخصت ہو رہا تھا۔"

"تب پھر ہم اسے کیوں قتل کرتے۔۔۔ وہ بے چارہ تو ہوٹل سے رخصت ہو رہا تھا۔" اسپکٹر جمیش نے تیز آوازیں کہا۔

"آپ سب کو گرفتاری دیتا ہو گئے۔۔۔ یا یہ اعلان کرنا ہو گا کہ پہلی میں سے یہ کام کس نے کیا ہے۔" اسپکٹر خوبی نے سرد آواز میں کا اقرار لے

"تیر تو اور اچھی بات ہو گئی۔۔۔ آپ نے خود اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔"

گی۔ یہ کام آپ لوگوں کا ہے یا نہیں۔“ اس نے سرد آواز میں کہا
”سوری۔ ہم گرفتاری نہیں دے سکتے۔ کیونکہ۔“ اسکلر
جشید کہتے رک گئے۔ سوری نے چوک کر ان کی طرف دیکھا۔
”آپ گرفتاری نہیں دے سکتے۔ نہ دیں۔ ہم زندگی گرفتار
کریں گے آپ کو۔“

”اوے۔ آپ زندگی گرفتار کر لیں ہیں۔“ یہ کہ کر پر فسر
داود نے چار بار چکلی دوالی وروانہ خوب خوب بند ہو گیا۔
”یہ کیا۔ آپ نے وروانہ کیوں بند کیا؟“
”اپنے ہم لیبارٹی انچارج کو فون کر کے آپ کے بیان کی
تمدین کریں گے۔“ اسکلر جشید نے کہا اور فون کرنے لگے۔
”آپ لیبارٹی انچارج کے نمبر کس طرح معلوم ہیں۔“ نبڑ
کے لبھے میں زمانے بھر کی حرمت سست آئی۔ ”اللہ کی مہرانے
معلوم ہیں ہمیں نہر۔“ دے سکرائے

اسی وقت سلسلہ مل گیا۔ اور جونی سلسلہ طالب۔ اس طرز
ایک دھماکا ہوا۔

○☆○

خ... خ

اسکلر جشید بری طرح اچھے۔

”بلو۔ قاسم صاحب۔۔۔ یعنی کیا ہوا اس طرف؟“ وہ
چلا گئے۔

لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔۔۔ البتہ فون کا رسیور
انھا ہوا تھا۔۔۔ گوا لیبارٹی کا انچارج فون کا رسیور انھا چکے تھے جب
دھماکا ہوا۔

”اس طرف کوئی گزبر ہے اسکلر صاحب۔۔۔ مسٹر قاسم پر شاید
ہاتھہ حمل ہوا ہے۔“

”آپ کوئی چال چل رہے ہیں۔۔۔ جب کہ پسلے بھی چل چکے
ہیں۔۔۔ لیکن اب میں آپ کے دھوکے میں نہیں آؤں گا۔“

”اف! اب میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں۔۔۔ اچھا آپ ایسا
کریں۔۔۔ اپنے ماتحتوں کو فورا۔“ اوہر روانہ کر دیں۔۔۔ وہ دہاں سے
صورت حال معلوم کر کے آپ کو یہاں فون کر دیں گے۔۔۔ ایسا کرنے
میں تو آپ کا کوئی حرج نہیں ہے۔“

”ہاں جاتا! کیا بات ہے؟“
 ”انپکٹر تھویر یہاں موجود ہیں؟“
 ”تی ہاں... بالکل ہیں۔“
 ”مردانی فرماؤ کر ریسیور انہیں دے دیں۔“
 ”بچھے جاتا... فون سن لیں۔“ انسوں نے ریسیور اس کی طرف پہنچا دیا۔
 اس نے فون سنا اور اچھا کہ کر ریسیور رکھ دیا۔
 ”لیبارٹری انچارج کو قتل کر دیا گیا ہے۔“
 ”کیا... نہیں۔“ وہ چلائے۔
 ”ہاں! اور یہ سب آپ لوگوں کی شرارت ہے۔ آپ لوگ خود کو مسز سام کے قتل کے الزام سے بچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
 لیبارٹری انچارج کی روپرٹ آپ کے سراسر غلاف جا رہی تھی۔ لہذا آپ نے انہیں ختم کر دیا۔“
 ”حد ہو گئی... ارے بھائی کیا ہوا میں ختم کر دیا۔“ ام سب آپ کے پاس موجود ہیں۔“

”تو کیا ہوا۔ اگر آپ سازھے تین روپے میں ہوٹل خرید سکتے ہیں۔ اس ہوٹل کے کمرے کے دووازے کو چنگی بجا کر بند کر سکتے ہیں۔ دسک سے کھول سکتے ہیں۔ تو یہاں بیٹھنے لیبارٹری انچارج کو کیوں ختم نہیں کر سکتے۔ یہ کام بھی تو آپ کے لئے چکلیوں کا ہو گا۔“

”ہاں نہیں ہے۔ آپ ریسیور مجھے دیں۔“ وہ غرابا۔
 پھر اس نے جلدی سے نمبر ڈائل کیے۔ ہدایت دیں اور فون بد کر دیا۔
 ”پہلے تو آپ یہ دروازہ کھولیں۔“
 ”تفی الحال ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ حالات خطرناک ہیں۔“
 آپ بھی خطرے میں ہیں۔ انپکٹر جمیلہ بولے۔
 ”نم... میں کیوں بھلا۔“
 ”تو پھر لیبارٹری انچارج کیوں بھلا۔ ان کا کیا قصور ہے؟“
 انپکٹر تھویر نے لا جواب ہو کر اوہرا دیکھا۔ کیونکہ اس سوال کا جواب اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔
 ”اوے۔ ہم انتظار کر رہے ہیں۔“ اس نے کہا۔
 ”ضور جاتا! کیوں نہیں۔ آپ کو کون منع کرتا ہے۔ انتظار کرنے سے۔“ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔
 اور پھر بعد رہ متھ بعد فون کی کھٹکی بھی۔ انپکٹر جمیلہ نے فوراً ریسیور انخالیا۔

”یہ میرا فون ہو گا۔ ریسیور مجھے دے دیں۔“
 ”اگر فون آپ کا ہوا تو ریسیور آپ کو ہی دوں گا۔“ گفرن
 کریں۔“
 وہ ہر اس امنہ بنا کر رہ گیا۔ اوہر انپکٹر جمیلہ نے فون میں کہا۔

"تو پھر کیا؟" اس نے اپنی گھورا۔

"تب پھر ہم بھی اچھی طرح پیش نہیں آئیں گے۔"

"آپ نے قانون کے ایک مخالف کو دھکی دی ہے۔"

"اور قانون کے مخالف کو کوئی حق نہیں کہ بلاوجہ ہمیں گرفتار کرتا ہے۔"

"حد ہو گئی... اتنی وضاحت کے بعد بھی آپ اس کو بلاوجہ گرفتاری کا نام دے رہے ہیں۔" سب انکھڑے پاؤں پر خوش

"آپ ہم کیا کریں... بجور ہیں ایسا کہنے پر۔"

"اگر آپ نے یہی طرح گرفتاری نہیں دیں گے تو پھر آپ اتنی طرح گرفتار کیا جائے گا۔" اس نے سرد آواز میں من سے کلکا۔

"وہ کیسے... ذرا وضاحت کریں۔"

"اس وقت یہ پورا ہوٹل پولیس کے گھیرے میں ہے اور تھوڑی در بند فونج بھی اس کی حد کے لیے آئے والی ہے۔"

"ہماری گرفتاری کے لیے اس قدر انتظارات کیوں؟"

"خبر ملی تھی کہ آپ لوگ آرام سے گرفتاری نہیں دیں گے۔ پر کو زبردستی گرفتار کرنا پڑے کا اور خبر درست ثابت ہوئی۔"

"ووہ یہ خبر آپ کو کس نے دی؟"

"یہ خبر میرے آفسر کو کسی نے دی تھی۔ لذا یہ سوال آپ

"مہت خوب۔ دلیل آپ نے خوب دی۔۔۔ میں آپ کے کام نہیں آئے گی۔" انکھڑے جو شید مکارے۔
"کیوں نہیں آئے گی؟"

"نہادت میں نہیں ثبوت چلا کرتے ہیں۔"

"آپ مکر نہ کریں۔۔۔ نہیں ثبوت بھی پیش کریں گے۔ بس آپ شرافت سے گرفتاری دے دیں۔"

"حد ہو گئی... ہے کوئی تکدی۔۔۔ آپ بلاوجہ ہمیں محروم بنانے پر قل میں۔"

"تو اب میں اور کیا کروں؟" اس نے بھٹاک کر کہا۔

"صبر کریں۔۔۔ شکر کریں۔" فاروق نے اسے مشورہ دیا۔ اس نے فاروق کو کھا جانے والی نظر ہوں سے گھورا۔

"لیا یہ مشورہ اس قدر برا ہے جتاب... کہ آپ مجھے اس مکا طرح گھورنے لگے ہیں۔" فاروق نے پر امان کر کر کہا۔

"نہیں گرفتار کر لیا جائے۔۔۔ اور یہ آپ نے کیسے لباس پہن رکھے ہیں۔۔۔ ان میں تو آپ کسی دوسری دنیا کی مخلوق نظر آ رہے ہیں۔۔۔ ان لباسوں کو اتنا دیں۔۔۔ تاکہ آپ انسان نظر آئیں۔"

"آپ ہمارے لباسوں پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے جاتا۔ اور نہ ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں۔۔۔ آپ کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت نہیں۔۔۔ اگر آپ گرفتاری پر اڑ گئے تو پھر...۔" وہ کہتے کہتے رک گئے

”یہ اچانک اسے کیا ہو گیا اب اجانتے؟“

”پھانڈم“ وہ سکرائے۔

”لیکن نوبا آپ کے پھانڈم کی زد میں نہیں آئے گا۔“

”جب وہ مقابلے پر آئے گا... دیکھا جائے گا۔“ وہ بولے۔

”کیا وہ مقابلے پر آئے گا... کیا ایسا عملکرن ہے؟“

”اب اسے آتا ہو گا... مستر سام کی موت اس طرف تی اشارہ کر رہی ہے۔“

”جی... کیا مطلب... سام کی موت کی وجہ سے نوبا کو میدان آنا ہے گا؟“

”ہاں شاید... میں ابھی یقین سے کچھ نہیں کر سکتا... صرف اتنا کہ سکتا ہوں کہ سام، اس کا کوئی خاص آدمی تھا... اس کی موت نے اسے ہلا ڈالا... اور جب اس نے معلوم کیا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی ہے تو اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی... لہذا اس نے ہماری اگرداری کے لئے ان لوگوں کو سمجھا تھا۔ جب یہ ناکام و نتیجے کے تو وہ ہر کسی کو سمجھے گا۔ اور آخر میں اسے خود آتا ہو گا۔“

”اڑے بات رہے لا کیا پورے ملک کی فوج اور پولیس ہمیں اگر قرار نہیں کر سکتے گی۔ وہ چاہیں گے تو اس ہوٹل کو دیے ہی ہوں لے ذریعے جاہ کر دیں گے... آخر ان کے لئے ایسا کرنا کیا مشکل ہے؟“

فون رمان نے پوکھلا کر کہا۔

ان سے کریں۔“

”تب پھر آپ اپنے آفسر کو فون کر دیں کہ ہم گرفتاری نہیں دے رہے۔“

”اجنے سے کام کے نئے میں اپنی فون نہیں کر سکتا۔ جب کہ میں آپ کو گرفتار کر سکتا ہوں۔“

”تب پھر آپ ہمیں گرفتار کریں۔“ انکلفر جیشید نے عجیب سی آواز منہ سے نکلی۔ وہ لرز کر رہا گیا۔ بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا اور بولا۔

”لک... کیا... کہا آپ نے؟“

”میں نے کہا ہے۔ ہمیں گرفتار کر لیں۔“

”عن نہیں۔ نہیں۔ میں آپ کو گرفتار نہیں کر سکتا۔“

”تب پھر جائیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی لے جائیں۔“

”جی ہاں! کیوں نہیں۔ بالکل جا رہا ہوں اور جا رہا ہوں اپنے ساتھیوں کو لے کر۔“

”ہم خوب! یہ ہوئی نا یات۔ آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ جائیں شباباں۔“ انکلفر جیشید سکرائے۔

”وہ فوراً“ جانے کے لیے مرجیا۔ باقی لوگ حیرت زدہ اندراز میں اسے اور باقی پولیس والوں کو جاتے دیکھتے رہے۔ آخر محمود سے رہا نہ رہا۔

کیا۔

"ہاں! وہ ایسا کرے گا..... یہاں فوج اور پولیس آئے گی۔ اور ہوٹل کو جاہ کرے گی۔" اپنکے جمیل نے سکرا کر کہا۔

"تب پھر؟"

پھر یہ کہے۔ ہم اس وقت یہاں نہیں ہوں گے۔ بلکہ ہمیں فوری پور اس جگہ کو خالی کرنا ہے۔ اور اب ہمیں ہمارا رہنا ہے۔ اس جگہ کا سراغ توہا نہیں لگا سکے گا۔"

"لکھ کیا واقعی۔ شہر میں کوئی لیک جگہ ہے؟"

"ہاں! کیوں نہیں۔ آج جلدی کریں۔ تمام ہمیوں کو فارغ کر دیں۔ ان سے کہ وہ۔ ہوٹل میں جس قدر دولت ہے۔ سب آپس میں تقسیم کر لیں اور ہوٹل سے جلد از جلد نکل جائیں۔ کیونکہ بت جلد اس ہوٹل کو بھوکے ذریعے جاہ کر دیا جائے گا۔"

"بہت خوب! وہ بولے اور پھر حرکت میں آگئے۔

جلد ہی وہ سب دہاں سے نکل رہے تھے۔ سارے کے سارے انتظامات و حربے کے دھرے رہ گئے تھے اور ایسا سام کی موت کی وجہ سے ہوا تھا۔ ورنہ اس ہوٹل کو انہوں نے اپنا قلعہ بنایا تھا۔ اور اس میں رہ کر وہ نوبا کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اب انہیں احسان ہوا۔ اس لباس کے پابند نواب کا مقابلہ آسان نہیں تھا۔ ان کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہیں معلوم نہیں تھا۔ کہ نوبا کیلئے اور نوبا خود ان کے مقابلے میں آئیں رہا تھا۔ اسے خود آتا

کا ضورت بھی کیا تھی۔ صدر کی شکل میں پورا ملک اس کے قبیلے تھا۔

آخر وہ انپکٹر جمیل کے ایک خیریٹھکانے پر چکنچ گئے۔ اس لکانے کے پچھلی طرف ایک بہت بڑی گرجی جمیل تھی۔ جمیل کے لارے ہر وقت ایک کشتی موجود رہتی تھی۔ اس کشتی میں خاص بات ہے تھی کہ وہ آب دوز کے طور پر بھی استعمال میں آسکتی تھی۔ وہ ب اس میں بیٹھے گئے اور جمیل کی دمیں اتر گئے۔

"اس جگہ وہ ہمارا سراغ نہیں لگا سکتا۔ ہاں اگر جمیل میں اتنے دیکھ لیا گیا ہے۔ تب ہمیں حملہ آور آبدوزوں کا سامنا کرنا ہے گا۔ اور یہ جمیل ہے۔ سمندر نہیں۔ لہذا ہم فوری طور پر دے جائیں گے۔"

"مطلوب! یہ کہ خطرہ بدستور سرپر موجود ہے۔"

"ہاں! نوبا کا خطرہ کوئی عام خطرہ نہیں ہے۔ اس میںے خطرے سے ہمارا سابقہ پسلے بھی نہیں پڑا ہو گا۔"

"پھر وہی سوال ذہن میں گونج رہا ہے۔ آخر وہ مستقبل کی انہیں کس طرح دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ ان کو فلم بند کس طرح کر لیتا ہے۔"

"جنہی یہ راز معلوم ہوں۔ ہم نوبا کو دیوچ لیں گے۔"

"لیکن کیسے۔ وہ تو ہمیں نظری نہیں آتا۔"

"مرے ہاں۔ کیوں نہ ہم صرف اس پر غور کریں کہ نوباہے کمال۔ آخر پلے پل بھی تو اسے لوگوں نے دیکھا تھا۔ وہ سینہ جام سے باقاعدہ ملا تھا۔ پھر اس کا رابط لگ سے ہوا تھا۔ اور لگ سے تو اس کی پار پار ملاقات ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے پھر وہ نائب گیا۔"

"جب پھر ہم اس کا سراغ لگائیں تو کیسے؟"

"الگیوں کے نشانات سے۔" شوکی نے کہا۔

"کیا مطلب۔ الگیوں کے نشانات سے؟"

"ہاں! لگ کے مرنے کے بعد اس ہٹ کا معائنہ کیا گیا تھا۔ وہاں نوباکی الگیوں کے نشانات ملے ہوں گے۔" شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"ہٹ سے اگر الگیوں کے نشانات ملے بھی تھے تو ان سے بھاہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔" یہ تو صرف اس صورت میں ممکن ہے۔ جب کچھ لوگوں پر ہمیں لٹک ہو کہ ان میں سے کوئی نوباہے۔ اور ہم ان سب کی الگیوں کے نشانات لے کر ان نشانات سے طالیں۔" گودنے جلدی جلدی کما اور ساتھ میں شوکی کو گھورا بھی۔

"تو اس میں گھورنے والی کیا بیات ہے؟" شوکی نے بھی بواب میں اسے گھورا۔

"فی الحال شوکی کی بات مفید نظر نہیں آتی۔ لیکن ہمیں اس کا

الگیوں کے نشانات کو حاصل تو کرنا چاہے۔"

"اور کیا یہ کام آسان ہو گا۔ ہم اکرم سے رابط نہیں کرتے۔ اسی طرح فنگر پرنٹ یکشن سے بات نہیں کر سکتے۔ اس طرح نوبا کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔"

"لیکن ہم۔ ان نشانات کو چاہو تو سکتے ہیں۔" آصف نے کہا۔

"لگ کے۔ کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"باکل ٹھیک۔ آصف تم اپنے ساتھ دو یا تین کو لے جاؤ۔ اور وہ نشانات چاہا لاؤ۔ انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

"اے کہتے ہیں۔ جو بولے وہی کذرا کھو لے۔"

"یہ کذرا کیا ہوتا ہے۔ اخلاق بول اخلاق۔

آج کل ہم اس کو چھپتی کہتے ہیں۔ کذروں کا زمانہ اپنے ختم ہو گیا۔"

"میرے ساتھ کون جائے گا؟" آصف نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا۔

"جو جائے گا۔ من کی کھائے گا۔" فاروق بول اخلاق۔

"تب پھر۔ کم از کم تم تو نہ جاؤ۔"

"شکری۔ خمیں جاؤں گا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کام چور کسیں کا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"حد ہو گئی۔ اس میں کام چوری کمال سے نکل آئی۔" فاروق

لے آئیں چڑھائی۔
”بھی بڑی نہیں۔ اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہم صرف چند
محبوں کے لئے سطح پر جاتیں گے۔“
”بہت بہتری... آصف میں جاؤں گا تمہارے ساتھ۔“ محمود نے
کہا۔

”بہت خوب۔“

”اور میں بھی۔“ شوکی بولا۔

”بس! ہم تین ہی کافی ہیں۔ زیادہ بندوں کا جانا مناسب نہیں
ہو گا۔“ آصف نے کہا۔

”میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔“ انپر جشید مکارے
اور پھر لامجھ کو سطح پر لایا گیا۔ وہ بلا کی رفتار سے اس سے اڑ
اے اور لامجھ پھر پانی میں چلی گئی۔

”یہ لوگ تو ہو گئے محفوظ۔ رہ گئے ہم۔ مطلب یہ کہ ہم ہو
گئے بالکل غیر محفوظ۔ اب ہم کیا کریں؟“

”کرنا کرنا کیا ہے۔ انہوں کا نام لے کر فنگر پرنٹ لکھن میں
پڑتے ہیں۔ آگے جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔“ آصف بولا۔

انہوں نے خفیہ عمارت سے ایک چھوٹی کار نکالی۔ اس پر
سرکاری نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ وہ اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔
اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ سروبوں کا آغاز تھا۔ لہذا۔

کام عالم تھا۔ مذکیں سنان تھیں۔ وہ بغیر کسی رکاوٹ کے دفتر تک
نکھن گئے۔ محمود کو تمام راستوں کا پسلے ہی علم تھا۔ معاملہ صرف
چوکیدار کا تھا۔ اور وہ دروازے پر موجود تھا۔ تاہم اوں کو رہا تھا۔
”کیا خیال ہے۔۔۔ بے ہوش کر دیں۔“ محمود نے ان سے
اشاروں میں کہا۔

”ہاں اور کیا کر سکتے ہیں۔“ آصف نے سرپاایا۔

اب محمود دیپے پاؤں آگے پڑھا۔۔۔ چوکیدار کا من وہ سری طرف
تھا۔۔۔ تزویک نکھنے ہی اس نے ایک روپاں جیب سے نکال کر اس کے
نک سے لگا دیا۔۔۔ وہ بے چارہ کرسی سے فرش پر ڈھلک گیا۔۔۔ محمود نے
اسے سنبھال لیا۔۔۔ ماکہ چوٹ نہ گئے اور نزی سے فرش پر لٹا دیا۔۔۔
اب وہ آگے پڑھے۔۔۔ بڑے دروازے پر تلا تھا۔۔۔ لیکن اس کو کھولنا
ان کے پائیں ہاتھ کا کام تھا۔۔۔ میں گپٹ سے وہ داخل ہوئے تو سامنے
ایک لمبی سی سڑک تھی۔۔۔ اور اس سڑک کے دونوں طرف کمرے
تھے۔۔۔ محمود نے ایک کمرے کے سامنے جا کر دم لیا۔۔۔ اس کمرے کے
دروازے پر بھی تلا لگا ہوا تھا۔

”یہ تو ہم بہت آسانی سے کامیاب ہو گئے۔“ محمود نے خوش
ہوتے ہوئے دلی آواز میں کہا۔

”دراصل نوبا اب حکومت کے نئے میں رہتا۔۔۔ حکومت کا انو
ہت برآ ہوتا ہے۔۔۔ یہ نشمِ انسان کو بالکل بے خبر بنا دیتا ہے۔۔۔ لہذا۔“

بے خبر ہے۔

"چلو نیجے... ہمارے حق میں تو یہ اچھا ہے۔" شوکی سکرایا۔
محمور تالے پر جھک گیا اور اس کو کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔
ماڑچاپی اس کے ہاتھ میں تھی۔

"میں میں۔" شوکی کی بھلی سی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے؟" دونوں نے اسے گھورا۔

"کیا... کیا آپ دونوں کچھ محسوس نہیں کر رہے؟" شوکی نے
پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔
"کیا محسوس نہیں کر رہے۔ یہاں محسوس کرنے کے لئے ہے
تھی کیا؟" آصف بولا۔

"حد ہو گئی یعنی کہ۔" شوکی ہٹکایا۔

"اس کا کیا ہے۔ ہوتی ہی رہتی ہے۔" آصف نے منہ بناایا۔

"اوہ ہو بھی... اس کی بات تو سن لو۔" محمور سکرایا۔

"اچھا شوکی.... بولو۔ کیا ہے۔"

"خیلے خیلے۔" شوکی کے طلق میں آواز پھنس کر۔

"کیا بات ہے بھی... کیا خیلے خیلے لگا رکھی ہے... یہ خیلے کیا ہے؟"

"خیلے خیلے۔" اس نے پھر کیا۔

"پھر وہی خیلے خیلے۔" آصف جھلانا۔

"خطرہ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

"شوکی سے محسوس کرتے رہوں۔ روکا کس نے ہے... ارے
ائیک... کیا کہا۔ خطرہ محسوس کر رہے ہو۔"

"ہاں! خطرہ!!" شوکی نے مارے خوف کے کاپ کر کہا۔
"امال جاؤ۔"

میں اس وقت دروازہ کھل گیا۔



کس دو

تینوں اندر داخل ہوئے۔۔۔ ریکارڈ روم میں کوئی نہیں تھا۔

”کہاں گیا وہ تمہارا خطرہ۔۔۔ ہیں؟“ آصف نے طنزیہ کہا۔

”میرے میں میں کیا کر سکتا ہوں؟“

”بس کچھ نہ کوئی۔۔۔ صرف خاموش رہو۔۔۔ اور میں چند منٹ میں ریکارڈ ٹلاش کر لوں گا۔“

”جلدی کریں۔۔۔ میرا خوف اب تک اپنی جگہ موجود ہے۔“
شوکی نے کہا۔

”یار تمہیں ساتھ نہیں لانا چاہیے تھا۔“ محمود نے جلا کر کہا۔

”تب پھر مجھے واپس چھوڑ آئیں۔“

”تمہارا مطلب ہے۔۔۔ پہلے ہم تمہیں واپس چھوڑ کر آئیں۔
اور پھر یہاں آکر ریکارڈ ٹلاشیں۔“ آصف نے آنکھیں نکالیں۔

”ہاں! میں کی پسند کروں گا۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ ہم اتنے پاکل نہیں۔“ محمود بولا۔

”جج۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔“

”مت ڈر دو۔۔۔ دو دو رنگ کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”اچھے۔۔۔ چھلے۔۔۔ میرے میں کوشش کرتا ہوں۔“

”کس بات کی کوشش؟“ آصف نے اسے گھورا۔

”نہ ڈرنے کی۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ اس سے تو بستر تھا، ہم فاروق کو ساتھ لے
آتے۔۔۔ وہ ہمارا اتنا وقت ضائع نہ کرتا۔“

”وابجا کر اسے لے آئیں۔“ شوکی نے ڈرے ڈرے انداز
میں کہا۔

”آخر ہو کیا گیا ہے۔۔۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔“

”اسی لیے تو ڈر رہا ہوں۔“

”کیا مطلب۔۔۔ اگر یہاں کوئی موجود ہوتا تو تم نہ ڈرتے۔“

”نہیں۔۔۔ پھر ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ شوکی مشکل سے
مکریا۔

”یاد تھی تو تمہیں پاکل کر دے گے۔۔۔ اچھا تم باہر چل کر اس بے
ہوش چوکیدار والی کرسی پر بیٹھو۔“

”اے باپ رے۔۔۔ اور مشکل کام۔“

”توہہ ہے تم سے۔۔۔ اچھا میر کر دے۔۔۔ ابھی چند منٹ کی بات
ہے۔۔۔ آصف نے جمل کر کہا۔

”یہی کرنا ہو گا۔“ شوکی نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"کیا کرنا ہو گا؟" محمود نے اسے سخوارا۔
"صبر کرو اور کیا؟"

میں اس وقت تلا کھل گیا۔ اب وہ ریکارڈ کو جلدی جلدی
دیکھنے لگے۔ انہیں اس تاریخ کا ریکارڈ دیکھنا تھا۔ جب گلگ کی لاش
ملی تھی۔ آخر وہ خوش ہو گئے۔ وہاں توہاکی الگیوں کے نشانات موجود
ہیں اور پھر وہ خوش ہو گئے۔ وہاں توہاکی الگیوں کے نشانات موجود

"واہ۔ مرا آگیا۔"

" بت۔ تو کیا۔ اب تم مسٹرنوہا کو ٹلاش کر لیں گے۔"
"پھر نہیں۔ چیز ان نشانات کی وجہ سے بس حال وہ کبھی نہ کہی
کہدا ضرور جائے گا۔"
"چیز خوبی یہ کام تو ہوا۔ اب واپسی کی کریں۔" شوکی نے
کہا۔

"اب تک شوکی۔ تھمارا ڈر بالکل قضوں ثابت ہوا۔"
"خدا کا شکر ہے۔" اس نے فوراً کہا۔
دونوں مسکرا دیے۔ پھر محمود نے اس ریکارڈ کو اپنے لباس میں
ایک خاص گلگ چھپایا اور دروازے کی طرف مرے۔
اچھاکہ انہیں ایک جھنکا لگا۔

"یہ۔ یہ دروازہ کس نے بند کیا تھا؟"

"میں نے۔ میں نے تو نہیں کیا۔" شوکی کاٹ پ گیا۔
"اور میں نے بھی نہیں بند کیا تھا۔"

"تب پھر۔ کیا ہمارے فرشتوں نے بند کیا ہے؟"
"فرشتے ایسے کام نہیں کرتے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جس کام
پڑا دیا۔ بس اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔" محمود نے کہا اور دروازے کا بینڈل پکڑ کر
کھینچا۔ لیکن وہ باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔
"تب پھر۔ اب کیا کریں۔"

"دروازہ بست مخصوص ہے۔ ہم سے نہیں نوٹے گا۔ ایجاداں یا
کل ساتھ ہوتے تو ضرور نوٹ جاتا۔"

"شست۔ تو انہیں بنا لیتے ہیں۔" شوکی نے فوراً کہا۔

"یار چپ رہو۔ تم تو ہمارے لئے بالکل فاروق ثابت ہو رہے
ہے۔ ایک دم لگئے اور باتوں۔"

"اس میں شک نہیں۔" شوکی نے فوراً کہا۔

"کس میں شک نہیں؟"

"یہ کہ میں ایک دم لگتا اور باتوں ہوں۔"

"اچھا چپ رہو۔ اور ہمیں سوچتے دو۔ اب ہم کیا کریں۔"

میں اس وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی۔

"اب پتا چلا۔ میں اگر خوف محسوس کر رہا تھا تو کچھ غلط نہیں

اڑیا گیا تھا۔

"کیا۔ نہیں۔"

"اور وہ بے چارے جیل میں سڑ رہے ہیں۔ اور انہیں کافا ہے پلکر جشید سے کہ انہوں نے ان کا خیال نکل نہیں کیا۔"

"وہ سکتے میں آگئے۔ پھر محمود نے کہا۔

"ان کے ساتھ اور کون کون ہیں؟"

"حوالدار محمد حسین آزاد، حوالدار توحید احمد، اور کتنی دوسرے۔"

"اوہ اوہ۔"

"کیوں کیا ہوا؟"

"یہاں سے فارغ ہو کر اب ہمیں ان کو چھڑانا ہو گا۔"

"پہلے خود کو تو چھڑا لو۔ اب اگر تم نے دروازہ کھولा تو ایک اہم سے بہم کے ذریعے اس کو توڑ دیا جائے گا۔ موجودہ حکومت کو ل بات سے کوئی پرواہ نہیں کہ اس ملک کا کیا کیا نوٹا پھوتا ہے لہذا ہم جھاکنا کرنے جا رہے ہیں، اس دھماکے کی وجہ سے آپ کو بھی نقصان پاسکا ہے۔"

"چکھ بھی ہو۔ ہم دروازہ خود تو نہیں کھولیں گے۔ آپ دھماکا زے ہمیں یہاں سے نکال لیں۔"

"کوئی حرج نہیں۔ دروازہ اڑا دو بھی۔" ہاہر سے کہا گیا۔

"آخر اس کا کیا فائدہ۔" شوکی نے ان دونوں سے کہا۔

کر رہا تھا۔ شوکی مسکرا یا۔

محفوظ اور آصف اسے گھوڑ کر رہے تھے۔ کہتے بھی کیا۔ اسی وقت ہاہر سے کسی نے بلند آواز میں کہا۔

"وفتر کو چاروں طرف سے تکیر لایا گیا ہے۔ تم لوگوں کے فرار کے تمام راستے بند ہیں۔ لہذا سیدھی طرح خود کو قانون کے حوالے کر

"۔"

محفوظ فوراً حرکت میں آیا اور اندر سے دروازے کی چھٹی کا دی۔ پھر پر سکون آواز میں بولا۔

"لیا باہر کوئی نہیں دار آفسر موجود ہے؟"

"نہیں دار آفسر کیا مطلب؟"

"آپ سب انسپکٹر اکرام کو بڑا لیں۔ ہم دروازہ کھول دیں گے۔"

ہمیں دروازہ سختوانے کی جلدی نہیں۔ وہ تو آپ جب بھوک پیاس سے بیلاجتے تھیں گے۔ تو خود دروازہ کھول دیں گے۔"

"مختاری۔ بس تو پھر آپ اکرام کریں۔ یا پھر سب انسپکٹر اکرام کو لے آئیں۔"

"وہ بے چارہ آنے کے قاتل کہا ہے۔"

"لکھ کیا ہوا؟"

"انسپکٹر جشید کے وقاروار ترین لوگوں کو توبہت دن ہوئے گزنا

"تو کیا دروازہ کھول کر خود کو ان کے حوالے کر دیں؟"
 "ہاں! اس میں ہمارا فائدہ ہے۔" شوکی نے دبی آواز میں کہد
 "اوہ اچھا۔" محمود نے چونکہ کہا پھر باندہ آواز میں بولا۔
 "بم دھماکا نہ کریں۔ ہم دروازہ کھول رہے ہیں۔"

"بہت خوب۔ یہ ہوئی تباہت۔"

اور پھر محمود نے دروازہ کھول دیا۔ اسیں فوراً بجڑ لایا گیا۔
 ہاتھوں میں ہاتھوں پسادی گئیں۔ اچھی طرح خلاشی لی گئی۔ لیکن "ریکارڈ انسیں نہ مل سکا۔

"یہاں سے جو کچھ خلاش کیا ہے۔ وہ کہاں ہے؟"
 "کیا آپ نے ہماری خلاشی نہیں لی؟"

"ہاں! لیکن تم لوگ چیزیں چھپائے کے ماہر ہو۔"

"پھر خلاشی لے لیجئے۔"

"نہیں۔ تم خود نکال کر دے دو۔"

"اس الماری سے نکال کر دے دوتا ہوں۔"

"نہیں۔ اپنے پاس سے۔ تم نے اپنے بیس میں کہیں نہ کہیں چھپا رکھا ہے۔"

"حد ہو گئی۔ اچھا بیا۔ یہ یہیں۔"

اس نے ایک جیب سے چند کاغذات نکال کر دے دیے اپنے
 نے ان کاغذات کو چیک کیا۔ پھر ایک نے کہا۔

"اٹ میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔" اس نے منہ بیٹا
 "اُس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ یہاں آپ نے جو کچھ رکھا ہے۔
 اس میں سے ہم نے یہ نکالا ہے۔" محمود نے برا سامنہ بیٹا۔
 "یہ یوں نہیں مانیں گے۔ یہ لاقوں کے بھوت ہیں۔ کمرہ
 امتحان میں لے جانا پڑے گا۔"

"اوہ اچھا۔" ان کے انچارج نے چونکہ کہا۔
 اب انسیں اس کرہ امتحان میں لا یا گیا۔ جس میں وہ خود مجرموں
 کو لاتے رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
 "کیا ہوا۔ تم تو رونے لگے۔ ہم نے تو سا ہے۔ تم بہت
 بمار ہو۔"

"ہم اس لے نہیں رہ رہے کہ خوف محسوس ہو رہا ہے۔"
 "تب پھر؟" انہوں نے کہا۔

"اس لے رہ رہے ہیں کہ کل تک ہم یہاں مجرموں کو لاتے
 رہے ہیں۔ آج خود یہاں لائے گئے ہیں۔ جب کہ ہم مجرم نہیں
 ہیں۔ قوم کے ہیرودز پر کبھی کبھی ایسا دقت آتا ہے۔ اور جن لوگوں پر
 لیے وقت آئے ہیں۔ ہم آج ان کے لیے رہ رہے ہیں، اپنے لے
 نیں۔"

"کیا مطلب۔ تم کن لوگوں کی باتیں کر رہے ہو۔"
 "ان لوگوں کی۔ جنہوں نے انگریز کے خلاف جانیں لئیں۔"

اور اس قسم کی ہزاروں سختیاں برداشت کیں.... جس قسم کی آج ہم
برداشت کرنے جا رہے ہیں" -
"کس دو انیس مشینوں پر" -
اس نے حکم دیا۔

نوبا کی طاقت

پھر جو نئی انیس مشینوں پر کسائیا۔ انیس تانیاں دادیاں یاد آ
گئیں۔ وہ بے تحاشا چیختے گے۔ آخر بے ہوش ہو گئے۔ آنکھ کھلی
آئے لوگ انیس ہوش میں لانے کی تذکیرہ کر رہے تھے۔
"اب کیا پروگرام ہے؟"

"کس سلسلے میں پوچھ رہے ہیں؟" محمود نے منہ بنا لیا۔

"تم لوگوں نے ریکارڈ روم سے کیا چیز لیا ہے؟"

"نسیں بتا سکتے۔" - آصف بولا۔

"اوہ وہ کہاں چھپایا ہے؟"

"واو۔ اگر اس سوال کا جواب دے دیا۔ تو پہلے سوال کا
جواب ہے تمیں خود بخود مل جائے گا۔" - شوکی بنا۔

"اوہ رادھر کی باتیں نہ کر دیں۔ یا تو تم یہ بتاؤ گے۔ کہ کیا چیز ایسا

ہے اور کہاں چھپایا ہے یا ہم ان مشینوں کے ہمیں پھر دیاں گے۔"

"ان مشینوں سے ذرٹے والے اے آسمان نہیں ہم۔" - محمود
بنتا کر کہا۔

"اچھا... ابھی تم میں اتنی ہمت ہے۔ کہ جتنا سکو۔"
وہ تکلنا سے پہلے یہ مجھے بھی نہیں معلوم تھا۔ محمود نے کہا
"حد ہو گئی۔ بن دیا دو بھتی۔ یہ ایسے نہیں مانیں گے۔"
"ایک منٹ جناب ایک منٹ۔" شوکی پاکارا۔

"کیوں نکل گئی جان؟"
"ابھی نہیں۔ جب تکلے کی آپ کو ہتا چل جائے گا۔"
"کیا کہتا چاہتے ہو؟"
"یار آصف انہیں وہ دے دو۔ جو یہ ہم سے مانگ رہے
ہیں۔"

"کیا دے دوں۔ خبردار ہو کر زوری دکھائی تو۔" محمود گرجا
"اوہو۔ بات کو سمجھا کرو۔ بس تم انہیں وہ دے دو۔"
"اوہو۔ آخر کیا دے دوں۔"

"یار آصف۔ یہ حضرت تو سمجھتی نہیں رہے۔" شوکی نے
جل کر کہا۔

"اللک۔ کیا نہیں سمجھ رہے۔" آصف بولا۔
"جو میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"اور تم کیا سمجھانے کی کوشش کر رہے ہو؟" آصف نے چلا
کہا۔

"جو یہ نہیں سمجھ رہے۔"

"داغ نہ چاؤ۔"

"ان مشینوں میں کے جانے کے بعد داغوں میں رہ ہی کیا گیا
ہے کہ میں انہیں چاؤں۔" شوکی نے منہ بنا لایا۔

"اڑے بھائی تو خاموش تو رہ سکتے ہو۔" محمود چینا۔

"آپ ایسا کریں۔ مجھے اس مشین سے نکال اک الگ لے
لیں۔ میں بتاؤں گا۔ ہم نے کیا چیز یا ہے اور وہ چیز ہم میں سے کس
کے پاس ہے۔ اور کہاں ہے؟"

"خبردار شوکی۔ مجھ سے برائی کوئی نہیں ہو گا۔"

"بھائی سمجھا کرو۔" وہ مکرایا۔

"یا سمجھا کرو۔"

"اس وقت یہ مشین تم سے بری لگ رہی ہے۔ اور تم کہ
ہے ہو۔ مجھ سے برائی کوئی نہیں ہو گا۔"

"افسوس۔ صد افسوس۔" آصف نے سردا آہ بھری۔

"ہو گا۔ مجھے کیا۔"

"اے مشین سے نکال لو۔"

"اللہ آپ کا بھلا کرے۔" شوکی خوش ہو گیا۔

"اس تعدادی کی سزا جیسیں ملے گی۔ اس بات کو یاد رکھنا
ٹوکنی۔"

"اچھی بات ہے۔ یاد رکھوں گا۔ لیکن کیا یہ بستر نہیں ہو گا

کے خداری کی سزا دیتے وقت ہی آپ یاد کراؤں کہ یہ آپ کی خداری کی سزا ہے۔

"جاوہ جاؤ..... ہمارا دماغ نہ چاؤ۔"

اسے الگ کرے میں لے چلو۔ حکم دیا گیا۔

اور پھر وہ شوکی کے گرد جمع ہو گئے۔

"ہاں! اب بتاؤ..... تم کیا بتائے ہو؟"

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔" شوکی بولا۔

"تم تینوں نے ملکر پرنٹ یکشن سے کیا جچ جا آئی ہے؟"

"بس۔ صرف اتنی سی بات کے لئے تم نے تم نے ہمیں اس قدر

"کلیف دی..... کمال ہے۔"

"کیوں.... کیا ہم پسلے ہی یہ بات تم تینوں سے نہیں پوچھتے

رہے.... پھر کیوں نہ جواب دیا۔" اس نے چلا کر کما۔

"اچھا خیر.... اب لکھ لیں میں بتانے لگا ہوں۔" شوکی نے کما۔

"اوہو.... تو اس میں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں جو کچھ بتاؤں گا۔ وہ بات ریکارڈ پر آجائے گی۔ یہ فائدہ ہو گا۔"

"اچھا یا یا..... چلو بھائی۔ لکھو۔ جو یہ لکھوانا چاہتا ہے۔" اس

نے جھلا کر کما۔

"ہاں! یہ بات ہوئی تا۔ ویسے آپ ہیں بہت اچھے۔"

"تم ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔" آفسر نے اسے گھورا۔
"میں تو اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ آپ کیا کیا کروں گا۔"
ٹوکی سکرا یا۔

"سر۔ یہ ہمیں الوبارہ ہے۔" ایک ماحت نے کہا۔

"اس کی ابھی ضرورت نہیں مجھے۔" شوکی فوراً بولا۔

"کیا مطلب۔ یہ کتنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" آفسر نے
چلا کر کما اور اس کی طرف ملا۔

"اگر آپ مجھے کہے ہیں تو میں بتا کر کیا کروں گا۔ اور اگر نہیں
مجھے تو میں بتانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔"

"تم انسان ہو یا گھن چکر۔"

"بیو آپ سمجھ لیں۔ بس میں وہی ہوں۔"

"لب یا تو تم یہ بتاؤ گے۔ کہ کیا جیسا ہے اور تم میں سے کس
کے پاس ہے۔ یا پھر ہم جیسیں وہیں لے چلیں گے۔ اور پھر سے
آخری مشین میں کس دیں گے۔"

"یہ سب سے اچھی بات ہو گی۔" اس نے خوش ہو کر کما۔

"کیا مطلب۔ تم نے تو سنا ہے۔ وہ مشین موت کی مشین
ہے۔"

"بالکل تھیک نہ ہے۔"

"تب پھر یہ سب سے اچھی بات کیوں کھر ہو گئی؟"

"اس طرح کے اور تم مجھے اس میں کس دو گے... اور میں دوسری دنیا میں بیخچ جاؤں گا اور یہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں۔ دوسری دنیا میں بہر حال ازان کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے... کوئی ایسا نہیں جو نہ گیا ہو۔ کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں؟"

"نہیں... باکل نہیں۔"

"بس تو پھر یہ تیاری کریں اس دن کی۔ وہ دن آکر رہے گا۔ کیوں ان جھیلوں میں پڑے ہیں؟"

"اور تم خود کیوں پڑے ہوں ان جھیلوں میں؟"

"ہم تو انسانوں کی بھالائی کے لئے یہ سب کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس مرتبہ شیطانی قوتیں ہمارے خلاف جمع ہو گئی ہیں۔" "تم اور نوبا کا مقابلہ کرو گے... ہے وقوف... تم تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ اب نوبا کی طاقت کہیں بڑھ چکی ہے... انشادِ حج، بیگل، خلوجستان و نیاس، شاننا اور برٹائن جیسے ملکوں نے اس کے آگے گئے نیک دیے ہیں۔"

"کیا مطلب... اس قدر جلد یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"بُو حکمران اس کی بات نہیں مانتا۔ وہ اس کا تخت چند دن مگر اندازنا ہے... پتا نہیں دی کیسے کرتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ سے بڑا ملک اس وقت نوبا سے کاٹپ رہا ہے... گواہ عملی طور پر اس وقت نوبا دنیا پر حکومت کر رہا ہے... اور کسی کو معلوم تک نہیں"

"اگر کسی کو معلوم تک نہیں تو تمیں یہ بات کس طرح معلوم ہے؟" شوکی کے لمحے میں حرمت تھی۔

"میں نوبا کا غاص آدمی ہوں... غاص مہموں پر وہ اپنے خاص آدمی بھیجا چکے۔ اسے یہ سہم بھی غاص محوس ہوئی تھی... لہذا اس نے مجھے بیخچ دیا۔"

"وہ خود کہاں ہے؟"

"یہ آج تک کوئی نہیں جان سکا۔ تاہم اب اس کے احکامات مگ کے صدر کے ذریعے نشر ہوتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ملک کا صدر جو حکم دتا ہے۔ پوری دنیا اسے نوبا کا حکم مانتی ہے۔"

"اڑے پاپ رہے۔ اس طرح تو پھر ہمارے صدر کی اہمیت بت بڑھ گئی۔"

"ہاں! لیکن حقیقت میں تو اہمیت نوبا کی ہے۔"

"ہوں... خیر اچھا... اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"وہ چیز جو تم نے چاہی ہے۔"

"او کے... آئیے... میں آپ کو وہ دلوار رہا ہوں.... لیکن پھر شرط یہ ہو گی کہ آپ ہمیں پچھوڑ دیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔ تم لوگوں کو قید میں ڈالا جائے گا۔"

"الله اپنا رحم فرمائے.... آپ اس قدر خالیم کیوں ہیں۔"

"نوبا کا اور ظلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے.... جہاں نوبا وہاں
ظلم.... جہاں نوبا نہیں.... وہاں ظلم نہیں.... اور اسی لئے جہاں ظلم نہیں
ہو رہا ہوتا۔ نوبا خود وہاں بخیج جاتا ہے۔"

"حد ہو گئی یعنی کہ۔۔۔ اچھا چلنے۔۔۔ پھر آپ کہیں گے۔۔۔ ہمارا
وقت شائع کر رہا ہے۔۔۔"

"وہ تم پسلے ہی کر چکے۔۔۔ اس نے بھتا کر کما۔

"افسوس۔۔۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ اس لئے کہ گیا وقت بھر
ہاتھ آتا نہیں۔۔۔"

"تم باتیں بہت کرتے ہو۔۔۔"

"اگر کم باتیں کرنے والا ساتھی پسند ہے تو پھر میری بجائے
دوسرے کو لانا چاہیے تھا۔۔۔ وہ بست کم گو ہے۔۔۔"

"تو کیا کاغذات اسی کے پاس ہیں؟" اس نے فوراً کہا۔

"آپ گھوم پھر کر کاغذات پر ہی کیوں آ جاتے ہیں۔۔۔ جب نوبا
اس قدر طاقت ور بن چکا ہے۔۔۔ تو پھر آخر اسے اس قدر معمولی چیز کی
کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟"

"یہ وہ جانے۔۔۔ اس نے مجھے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ ہوں
البراؤ میں گزیدہ ہوئی ہے۔۔۔ اس گزیدہ کا نام و نشان مٹا دو۔۔۔" اس نے
وضاحت نہیں کی تھی کہ کیا کرنا ہے۔۔۔ اور کیا نہیں۔۔۔ اب ہو میں اُ

رہا ہوں۔۔۔ وہ صرف اپنے عقل سے کر رہا ہوں۔۔۔ یہ اس کا حکم نہیں
ہے۔۔۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ تب تو آپ بہت اچھا کر رہے ہیں۔۔۔ ہم تو بلاوجہ
پریشان ہو گئے تھے۔۔۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب۔۔۔ کس بات پر پریشان ہو گئے تھے۔۔۔"

"اس بات پر کہ ہمارے بارے میں تکملہ طور پر ہدایات مشرنو با
نے دی ہیں۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ نوبا اس سلسلہ پر بخیج چکا ہے۔۔۔ کہ تم جیسی چیزوں میں
اس کا کچھ نہیں بگاؤ سکتیں۔۔۔ یہ تو اس کے ایک خاص آدمی کی موت
نے اس طرف متوجہ کر دیا۔۔۔ اگر سام نہ مرتا تو وہ تم لوگوں کی
طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔۔۔"

اس نے تصرف اڑا کے والے انداز میں کہا۔

"نوبا سام کی موت نے اسے ہماری طرف متوجہ کر دیا ہے۔۔۔"

انسوں نے پوچھا۔

"ہاں بھی بات ہے۔۔۔"

"تو اس نے اپنے علم کے ذریعے کیوں معلوم نہیں کر لیا کہ ہم
کن ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ اور اس وقت کیا چیز ہم نے چرانی
ہے۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔۔۔"

شوکی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

خوفناک آواز

چند لمحے خاموشی طاری رہی..... پھر اس نے کہا۔
 ”میں نہیں جانتا۔ اسے یہ بات کیوں معلوم نہیں ہو سکی۔“
 ”تب پھر آپ ایک تجربہ کر لیں۔“
 ”تجربہ کیا مطلب ہے۔ کیا تجربہ۔“
 ”آپ کو بھی مزا آجائے گا۔“ شوکی نے کہا۔
 ”مزا آجائے گا۔ آخر کیسے؟“
 ”تو یہا سے بات کریں۔ اس سے پوچھیں۔ وہ اپنے علم کا زور
 لکارہتا ہے۔ ہم کون ہیں۔ اور وہ چیز کیا ہے۔ جو ہم نے چالی
 ہے۔ اور وہ چیز جو ہم نے چھپائی کیا ہے۔“
 ”میں نے بتایا تھا۔ اسے اتنی فرمتیں۔“
 ”آپ سمجھے نہیں۔ آپ یہ تجربہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو
 گے۔ تو یہا ہر چیز جانتے کی قدرت نہیں رکھتا۔ ہر چیز کا علم صرف اور
 صرف ایک ذات کو ہے۔ اور وہ ذات ہے باری تعالیٰ کی۔ اللہ رب
 الْعَزْتِ کی۔“

اے ایک زبردست جھنگالگا۔
 آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔
 ○☆○

"یہ تم کیا باتیں لے بیٹھے۔"
"میں نے کہا ہے۔ آپ ذرا تجھہ تو کریں۔ آپ کی آنکھیں
کھل جائیں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ یہ بھی سُکی۔"
اس نے جیب سے واٹلیس جیسا ایک الہ نکلا اور اس کاٹن
آن کرتے ہوئے بولا۔

"بیلو سر۔ بیلو سر۔ آپ کا خالوم چین چوف بول رہا ہوں۔"
وہ یہ جملہ بار بار دہراتا رہا۔ آخر دوسری طرف سے آواز سنائی
دی۔

"کیا ہے چین چوف۔" انسوں نے اچانک اپنے صدر کی آواز
 سنی۔

"سر! ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لیکن ان میں سے تن
کو۔ جو سام کی موت کے ذمے دار ہیں۔ ان لوگوں نے فنگر پر نت
یکشن سے کوئی چیز چھائی ہے۔ میں ان سے وہ چیز حاصل کرنا چاہتا
ہوں۔"

"تم بالکل ٹھیک جا رہے ہو۔ مژر چین چوف۔"
"ٹھکریے سر۔ لیکن یہ لوگ ذرا نیز جی کھیر ثابت ہو رہے
ہیں۔"

"اُرے تو نہیں سیدھا کر دو۔ یہ کون سا مشکل کام ہے؟"

"ان کا ایک چیخ ہے۔"

"ہمیں کسی کے چیخ سے کیا لیتا۔ تم اپنا کام کرو۔"

"مریانی فرمائ کر ان کا چیخ سن لیں۔"

"چھاتا تو۔ دیے ہم بہت مصروف ہیں۔"

"شیں۔ چیخ یہ ہے کہ آپ۔ مژر تو با آپ ان کے پارے
میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ یہ کل یہ کیا کریں
گے۔"

"کیا مطلب۔ کیا کہا؟" صدر صاحب چلانے

"ہاں سر۔ ان کا کیسی دعویٰ ہے۔ اور یہ ٹھاٹھے ہیں۔ آپ
انکی تائیں۔ یہ کون ہیں۔ اور کیا ہیں اور وہ کافیزات انہوں نے
کہاں پھپائے ہیں۔"

"بہت خوب۔ میں ابھی بتا دتا ہوں۔ یہ اس وقت مکر
را غسلی کے دفتر میں ہیں۔ جہاں امتحان گاہ ہے۔"

"لیں سر۔ بالکل۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"چھا! میں صرف چند سیکنڈ میں ان کے پارے میں سب کچھ بتا
سکوں گا۔"

"بہت خوب سر۔"

اور پھر خاموشی چھا گئی۔ چند سیکنڈ کیا۔ ایک منٹ مگر گیا۔

آواز نہ سائی دی۔ پھر اچانک صدر کی آواز سنائی دی۔

”حد ہو گئی۔ اسے کرہ امتحان میں لے آؤ۔۔۔ اور تینوں کے پہنچے اتار دو۔۔۔“ اس نے جھلا کر کہا۔
 ”آپ تو رامان گئے۔۔۔ یوں بھی زندہ انسان ہی برآ مانتا ہے۔۔۔“
 شوکی نے فوراً کہا۔
 ”اگر مجھے مسٹرنوبا کا خیال نہ ہوتا تو میں تمہاری زبان کاٹ دیتا۔۔۔“

”اور آپ کو مسٹرنوبا کا کیا خیال ہے؟“
 ”یہ کہ وہ نہ جائے تم سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ میں نے اگر زبان کاٹ دی۔۔۔ تو پھر آپ ان سے بات نہیں کر سکیں گے۔۔۔“
 ”لیکن اب تو بقول آپ کے۔۔۔ وہ نہیں زندہ نہیں چھوڑتے والا۔۔۔“

”ہاں! یہ بات تو ہے۔۔۔“

”لیکن مجھے تو ایسا نہیں لگتا۔۔۔“

اسی وقت وہ کرہ امتحان میں داخل ہوتے۔۔۔ محمود نے شوکی کو دیکھ کر کہا۔

”وہ آگیاندار۔۔۔“

”شش۔۔۔ شکریہ مسٹر محمود۔۔۔“ شوکی مسکرا دیا۔

”اس نے کوئی غداری نہیں کی۔۔۔ یہی ہمارا وقت ضائع کیا۔۔۔“
 شاید یہ وقت گزارنے کے پکڑ میں تھا اور اس میں یہ کامیاب رہا۔۔۔

”بلو مسٹر چین چوف۔۔۔ ان کے لباس اتار دو۔۔۔“

”کیا۔۔۔ کیا مطلب؟“

”ان کے لباس اتار دو۔۔۔ کیا تم بسرے ہو۔۔۔“ فرا کر کہا گیا۔

”نہیں۔۔۔ نہیں سر۔۔۔“

”ان کے سوال کا جواب مل جائے گا۔۔۔ تم ان کے لباس اتار دو۔۔۔“

”اوکے سر۔۔۔ ابھی لیں۔۔۔“

”جب تم لباس اتار چکو گے۔۔۔ میں حسیں بتاؤں گا۔۔۔ یہ کون ہیں اور کیا ہیں۔۔۔“

”اوکے سر۔۔۔“

آواز بند ہو گئی۔۔۔ اس نے بھی ہن آف کر دیا اور ان کی طرف مڑا۔۔۔ اس کا چہرہ دودھ کی بلح سعید ہو چکا تھا۔۔۔ آنکھوں سے نون جھاٹک رہا تھا۔۔۔

”حیرت ہے۔۔۔ مسٹر چین چوف۔۔۔ آپ اس قدر خوف زدہ نظر آ رہے ہیں۔۔۔“

”ہاں! میں خوف زدہ ہوں۔۔۔ جس لجھے میں مسٹرنوبا نے مجھے بات کی ہے۔۔۔ اس لجھے میں بات سننے والا زندہ نہیں رہتا۔۔۔“

”لیکن آپ تو بالکل زندہ ہیں۔۔۔ تھوڑے بہت بھی مردہ نہیں ہیں۔۔۔“ شوکی نے کہا۔

لیکن فائدہ کیا ہوا..... کچھ بھی نہیں۔۔۔ جیسین چوف نے جلدی جلدی کہا۔

"مک..... کیا کہا آپ نے.... کیا یہ سچ ہے۔۔۔"

"سو نیصد سوچ ہے۔۔۔"

"مکریہ مشرچین چوف"۔۔۔ شوکی نے شراکر کہا۔

"کیا نام لیا۔۔۔ مشرچین چوف"۔۔۔

"ہا! یہی نام ہے نا۔۔۔ مشرنووا نے انہیں اسی نام سے پکارا تھا۔۔۔"

"لیکن یہ کیا نام ہوا..... ہمارے ٹک میں تو اس حم کے نام نہیں رکھے جاتے۔۔۔"

"میں چیختی ہوں۔۔۔ نوبایساں کے لوگوں پر اختبار نہیں کرتا۔۔۔ لہذا اس نے اپنے خاص خاص آدمی غیر ملکی رکھے ہوئے ہیں۔۔۔ اور وہ سب کے سب غیر مسلم ہیں۔۔۔"

"اور شاید۔۔۔ وہ سب کے سب شیطان کے چیزوں کا ہیں"۔۔۔ محمود بول اٹھا۔

"مک..... کیا مطلب"۔۔۔ جیسین چوف چلا اٹھا۔

"کیوں۔۔۔ آپ کو کیا ہوا۔۔۔ آپ اس طرح کیوں چلانے؟۔۔۔"

"یہ آپ نے کیا کہ دیا؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو میں نے ایک درست بات بے خیالی میں کہ دی۔۔۔ کی بات ہے ہا۔۔۔" محمود نے اسے غور سے دیکھا۔

"پ۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔"

"تم اپنے بارے میں کوئی کیا تم شیطان کے پچاری ہو؟؟"

"مہرے میں۔۔۔ میں"۔۔۔ وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"عد ہو گئی۔۔۔ آخر اس طرح مم۔۔۔ میں۔۔۔ میں کرنے کی کیا ضورت ہے۔۔۔"

جیسیں اس وقت والریس پر اشارا موصول ہوا۔۔۔ جیسین چوف نے فرا" سیٹ آن کیا اور بولا۔۔۔

"لیں سر"۔۔۔

"تم نے اب تک ان کے کپڑے نہیں اتروائے۔۔۔"

"اتروار رہا ہوں سر"۔۔۔

"اتھنی دیر کیوں کی"

"وہ سر۔۔۔ انہوں نے مجھے باتوں میں لگایا تھا۔۔۔"

"اور تم ان کی باتوں میں لگ کر میرا کام بھول گئے۔۔۔"

"نہیں سر۔۔۔ بالکل نہیں۔۔۔ وہ کاٹ پ گیا۔۔۔"

"اچھا تھا۔۔۔ ان کے کپڑے اتروائے سیٹ کو آف نہ کرنا۔۔۔"

"اوکے سر"۔۔۔ اس نے کہا" پھر اپنے ما تھوں سے بولا۔۔۔

"ان کے کپڑے اتار دو"۔۔۔

اس کے ماتحت اب ان کی اطراف لپکے۔۔۔ یہے میں تینوں بلا کی فلار سے حرکت میں آئے۔۔۔ اور تین مختلف ستون میں کھڑے ہو

"یہ کیا... یہ تم نے کیا حرکت کی؟" چین چوف بولا۔
"کیا کیا انہوں نے؟" دوسری طرف سے نوبانے پوچھا۔
"یہ اچھل کر اوہرا اوہر ہو گئے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے۔ یہ لباس نہیں اتنا چاہتے۔"
"نہیں سر... ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"اٹھیں پکڑو۔ اور زیدتی کپڑے اتنا دے۔ نہ اتنا سوڑا
کپڑے پھاؤ کر الگ کر دو۔"

"آپ غلنے کریں سر۔"

"اور چین چوف اگر تم ان کے کپڑے نہ اتا رکے۔ تو ایک
ہد ترین موت تھمارا مفتر ہو گی۔"

"عنہ نہیں سر... نہیں۔" وہ روز کر رہا گیا۔

"بس تو پھر... وہ کرو جو کہا گیا ہے۔"

"پکڑو اونہیں بھی۔"

اس کے ماتحت ان کی طرف بھیتھیں... انہوں نے اوہر اور
چھلانگیں لائیں.... بتیجہ یہ کہ وہ لوگ آپس میں مکرا گئے... سمجھل رہے۔

جب ان کی طرف پڑیں... تو وہ چین چوف کے سر کپڑے نظر آئے۔
"محود کا ہاتھ بجلی کی طرح حرکت میں آیا۔ اور اس نے اس

کے ہاتھ سے سیٹ اپ کر آف کر دیا۔ اور آخر آمف نے اس کی گزین

پہنچ ڈال دیا۔

"مسٹر چین چوف... سیٹ ہم بند کر بچے ہیں۔ اب آپ کا نوبان
یہاں ہونے والی بات چیت نہیں سن سکتا۔" محمود نے پر سکون آواز میں
کہا۔

"آپ کا خیال غلط ہے۔ اب ہم اس کی آواز نہیں سن سکتے۔
ایسا ہے سن سکتا ہے۔"

"خیر گی سی۔ سنا تو ہے وہ۔ آپ کو تو اپنی آواز اب نہیں
نا سکتا۔ لہذا ہم یہ کپڑے نہیں اتنا ریس کے۔ آپ کو اگر اپنی جان
چکنا مبتکور ہو تو ہماری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔ ورنہ اس وقت آپ
ہر ملچ سے ہمارے قابو میں ہیں۔"

"آپ۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔ اب اگر آپ ہمارے تعاقب میں
تھے تو پھر تم سے برآ کوئی نہیں ہو گا۔"

"او کے۔ آپ مجھے پچھوڑ دیں اور چلے بائیں۔" اس نے کہا۔
ہوشی اسے پچھوڑ کر وہ کمرے کے دروازے کی طرف ہوئے۔
انہوں نے چین چوف کے حلق سے لٹکنے والی ایک عجیب خوفناک آواز
کرنی۔
وہ چونک کر مڑے۔

لَا کر تھک گئے۔ لیکن اس کے ہاتھ الگ نہ کر سکے.... یہاں تک کہ
اس کی آنکھیں حلتوں سے باہر نکلی نظر آئیں.... مٹ سے جھاگ نکلنے
لگ۔ خرخر کی آواز بلند ہوتے گی۔ اور پھر ان کے ہاتھوں میں اس
لدم توڑ دیا۔ اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"یہ۔ یہ کیا ہوا؟" شوکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔
"تو یہ اسے مار ڈالا۔" - آصف بولا۔

"تو یہاں تو یہاں تو یہاں۔" - محمود چالایا۔

"اب ہمیں یہاں نہیں رکتا چاہیے۔ ہمیں جس کام کے لیے
نیجاں یا تھا۔۔۔ وہ ہم کر پچکے۔ لہذا آؤ چلیں۔" - آصف نے فوراً کہا۔
وہ جانے کے لیے ہر سے۔ لیکن ان کے راستے میں چین چوف
کے تحت آگئے۔

"آپ نہیں جائیں۔ آفیر ہم سے ان کی موت کی تفصیلات
ہم کریں گے۔۔۔ آپ کو یہاں ان کے آئے تک رکتا پڑے گا۔۔۔
ہندوے کر آپ جائیں گے۔"

"نہیں! ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔" ان الفاظ کے ساتھ
مودو کے ہاتھ میں ایک پتل تراش نظر آیا۔۔۔ اس نے سرد آواز میں
لہجہ میں کہا۔

"ہم چاہتے تو آپ کو گولیاں مار سکتے تھے۔ لیکن ہم بلاوجہ خون
لہا کے عادی نہیں ہیں، لہذا صرف تم لوگوں کو بے ہوش کر کے جا

خالی عمارت

انہوں نے ایک ہولناک مظہر دیکھا۔۔۔ جیکن چوف کے دو نوں
ہاتھ اپنی گردن پر ختنی سے جم گے تھے اور وہ اپنی گردن پر ان کے
ذریعے پورا دباؤ ڈال رہا تھا۔۔۔ گویا اپنا گلا خود گھونٹ رہا تھا۔

"اے اے! یہ تم کیا کر رہے ہو۔ چھوڑ اپنا گلا۔۔۔ کیں
اپنی موت آپ مر رہے ہو۔" شوکی نے یو کھلا کر کہا۔

تینوں اس کی طرف بچھنے۔۔۔ اس کے ماتحت مارے جیت کے بہت
بنے کھڑے تھے۔۔۔ وہ تو اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکے۔۔۔ تینوں
نے اس کے بازوں پلا کر زور لگانا شروع کیا تاکہ اس کے ہاتھ گردن
سے الگ ہو جائیں۔۔۔ ایسے میں اس کے مٹ سے پھنسی پھنسی آواز
نکلی۔

"نہیں بس۔۔۔ نہیں۔۔۔ مجھے چھوڑ دیں بس۔۔۔ جانے دیں۔۔۔
میں ابھی مرتا نہیں چاہتا۔۔۔ بچاؤ۔۔۔ تم مجھے بچاؤ۔۔۔ میرے ہاتھ گردن
سے الگ کر دو۔"

اس کے ان الفاظ نے ان کے رو تکٹے کھڑ کر دیے۔۔۔ وہ پورا زور

S18

اں کا مطلب ہے۔ نوبادا قبی پر اسرار طاقتوں کا مالک ہے۔۔۔ خیر۔ تم
وک ریکارڈ تو لے آئے۔۔۔ اب تکا لو اس کو۔۔۔

انہوں نے کافی ذات کا معاون کیا..... اس میں اس نوجوان کی
اگلیوں کے واضح نشانات موجود تھے۔ جس نے ہوٹل میں سینئر جلو^ر
کے ملاقات کی تھی۔ اور پھر سنگ سے اس کی ملاقاتیں ساحل پر بننے
اٹ پر ہوتی تھیں..... اس ہٹ سے بھی نشانات اندازے گئے تھے۔
”اس کا مطلب ہے..... ہمارے پاس فوپاکی اگلیوں کے نشانات آ
گئے ہیں۔“

"اب ہمیں نوبا کو تلاش کرنا ہو گا۔ فرزاد، فرحت، رفت
نام بتا سکتی ہو، ہم اسے کس طرح تلاش کر سکتے ہیں۔"
آپ! ہم تینوں کو بھی اجازت دیں۔ پہلے ہم اپنی کوشش کر
ں۔ اگر ناکام رہیں تو پھر آپ کو کوئی ترتیب تادیں گی۔
اس کا مطلب ہے۔ آصف، محمود اور شوکی کی طرح شر جا کر
ش کرنا چاہتی ہو۔"

"جی ہاں! بالکل ہو سکا ہے..... جب ہم واپس آئیں تو
لہاسے پاس نوبیا کی اٹھیوں کے نشانات ہوں۔"

"وہ تو ہمارے پاس پہلے ہی آچکے ہیں۔" آفتاب نے منہ بھایا۔
"تم غلط سمجھئے..... ہمیں اس وقت تک یہ معلوم نہیں کہ فوبیا
ہے..... یا کس آدمی کے روپ میں ہے..... اب اگر تم کسی آدمی

انہوں نے جبیل کے کنارے پر پہنچ کر وہ لیا۔ اب انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اپنی آمد کی خبر پہنچائی۔ آپ دوز فوراً "اوپر آگئی۔" اسی میں سوار ہو گئے اور تد میں اتر گئے۔

"کی رہا؟" اسکر جھیڈ بولے۔

"بہت خوف ناک رہا۔" شوکی نے کانپ کر کہا۔

”اس کا مطلب ہے... تم ناکام لوئے... میں پسلے ہی کہ ربا
تحمیں... تم تینوں کی بجائے ہم تینوں کو پہنچانا چاہیے تھا۔“ فاروق نے
چھلانے ہوئے انداز میں کہا۔

”بات پوری سنی نہیں اور تھوڑہ شروع ہو گیا۔“ آصف جل
گیا۔

"چلو پھر تم پوری بات بتا دو۔" اپنکے کامران سزا مسکرائے
انہیں پوری بات سنائی گئی۔ مارے جہت اور خوف کے ان کی
آنکھیں، چھلے مسکرائے۔

"چین چوف کی موت نے ہمیں بھی خوف میں بٹا کر دیا ہے۔۔۔

کے نشانات لے کر آتے ہیں اور وہ نشانات ان نشانات سے مل جاتے ہیں تو وہ آدمی ہی نوبا ہے۔ اور اس طرح ہمارا باقی کام آسان ہو جائے گا۔

”اوہ اوه“۔ ان کے مدد سے نکلا۔

”تم ہمیں بتا دو۔ کیسیں تم پھنس نہ جاؤ“۔

”ان شاء اللہ ہم نہیں پھنسیں گی۔ آپ غفرانہ کریں۔“

فرزانہ بولی۔

”اچھی بات ہے۔ تو جاؤ تم بھی۔“

”اور اس کا مطلب ہے۔۔۔ ان کے بعد ہاری ہے ہماری۔“

فاروق مسکرا لیا۔

”پپ۔۔۔ پا نہیں۔۔۔ یہ تو حالات پر محصر ہے۔۔۔ انپکڑ جیشید نے کہا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ ہم کوشش کریں گے۔۔۔ حالات ہمارے حق میں ہو جائیں۔۔۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

اور وہ سب سکرا دیے۔۔۔ پھر آپ دوز کو لمحے بھر کے لئے سڑ پر لایا گیا۔۔۔ ان تینوں کو اتارتے ہی وہ نیچے چلی گئی۔۔۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ آسکنگن کا انتظام کرتے جا رہے تھے۔۔۔ اوھر وہ تینوں اپنی کار میں ایک ست میں روائہ ہو گئی۔

”جانا کہاں ہے؟“ رفتہ بولی۔

”ایک خفیہ نہ کلنے پر۔۔۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

”یہ نہ کلنے بھی تو خفیہ ہے۔۔۔ فرحت نے سکرا کر کہا۔

”ہاں! لیکن اس وقت ضرورت ہے۔۔۔ اس سک کجنے کی۔۔۔“

فرزانہ نے کہا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ کم از کم اس مم کی حد تک ہم تمیں اپنا لیڈر مان لیتے ہیں۔۔۔“

”بہت میراثی۔۔۔ اس نے دانت نکال دیے۔

”بہت شوق ہے تمیں لیڈر بننے کا۔۔۔ فرحت نے جلا کر کہا۔

”صبر کر۔۔۔ جب ہم کسی مم کے سلے میں تمارے شر جائیں گے۔۔۔ اس وقت میں تمیں اپنا لیڈر مان لوں گی۔۔۔“ فرزانہ سکرانی۔

”بھی وہ۔۔۔ مزا آگیا۔۔۔“ رفتہ نے خوش ہو کر کہا۔

”اس میں مزا کمال سے آگیا۔۔۔“ فرزانہ نے اسے گھورا۔

”اس میں مزا اس طرح آگیا کہ جب آپ کسی مم کے سلے میں ہمارے میں شر میں آئیں گی۔۔۔ اس وقت آپ کو تمیں لیڈر ماننا ہو گا۔۔۔ اپنے اصول کے مطابق۔۔۔“

”دست تیرے کی۔۔۔“ فرزانہ نے جلا کر فرحت کی ران پر باقاعدہ

”انظر کمزور ہو گئی ہے۔۔۔ تمہاری۔۔۔ کسی ڈاکٹر کو دکھاؤ۔۔۔“

”اچھا۔۔۔ مشورے پر عمل کروں گی۔۔۔“

"اور نتیجے سے مجھے آکاہ کرنا۔ کہ کتنے نمبر کی میک گلی ہے۔"

فرحت نے کہا۔

"یہ ہو گیا۔ انگارے کیوں چباری ہو۔" فرزاد فسی۔

"سہی بہت ہے۔"

"واو! یہ پچھا علاج ٹلاش کیا ہے سردی کا۔"

"ارے! یہ ہم کس طرف نکل آئے۔" فرجت نے چونک کر کہا۔

"ابس دیکھتے جاؤ۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"دیکھتے تو ہم پسلے ہی چلے آ رہے ہیں۔" فرجت نے منہ بیٹایا۔

"اب تھوڑی دیر کے لیے اور دیکھتے جاؤ۔" فرزانہ نے منہ بیٹایا۔

"تم کہتی ہو تو دیکھتے جاتے ہیں۔ ورنہ میں تو نکل آپھی

ہوں۔ اس دیکھتے جانے سے۔" فرجت نے جل کر کہا۔

کار ایک عمارت کے دروازہ پر پہنچی تو اس کا گیٹ خود بند کھل کیا۔

کہا۔

"بھتی واہ۔ عمارت کا چوکیدار اس کا مطلب ہے۔ کار کو

پہنچاتا ہے۔" رفت نے خوش ہو کر کہا۔

"نہیں۔ یہ دروازہ کار کو پہنچاتا ہے۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ بولتیں۔

"اندر کوئی نہیں ہے۔ عمارت نہیں ہے۔ دیکھ نہیں رہے۔

اں پر پورڈ لگا ہوا ہے۔ کرانے کے لیے خال ہے۔ لیکن یہ بس
صرف پورڈ ہے۔ ہم اس عمارت کو کرانے پر دیتے نہیں۔ اس
پورڈ پر رابطے کے لیے کوئی فون نمبر یا پامارچ ہے۔ گوا کوئی آئے کا تو
اس میں موجود کسی شخص سے ہی کوئی کہ سکتا ہے کہ اسے عمارت دکھا
دی جائے۔ لیکن جب کوئی ہو گا ہی نہیں تو دکھائے گا کیسے؟"
"چلو خیس۔ سوال یہ ہے کہ ہم کیسے آئے یہاں۔" رفت نے
بنا کر کہا۔

"بیت اچھی طرح آئے۔ کار میں بینخ کر کر آئے۔" فرزانہ
نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی۔" فرجت چالا۔

"ابھی اور ہو گی۔"

فرزانہ نے کما اور کار آگے پڑھا لے گئی۔ پھر وہ کار سے اتر
لیں۔ دروازہ خود بند ہو چکا تھا۔

"کیا یہ ساری عمارت آٹو میک ہے۔" فرجت یوں۔

"یہ بھی کما جا سکتا ہے۔"

"اور بیوٹ کنٹول ہے۔" رفت نے کہا۔

"اوے۔ تم تو س کی اصلیت سے آکا ہو گئیں۔ اب کسی کو
ناہ دینا۔"

فرزانہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ فرجت اور

رفعت کے منہ بن گئے

”لیا ہوا۔۔۔ من کیوں لٹک گئے؟“

”ہم تم سارے ہاتھوں اپنا مذاق اڑوانا پسند نہیں کرتے۔۔۔ فرحت
نے ٹھللہ کر کہا۔۔۔

”تب پھر اس کام کے لئے کس کی خدمات حاصل کی جائیں۔۔۔
فرزانہ نے بجیدہ لبجے میں کہا۔۔۔

”حد ہو گئی۔۔۔ آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟“

”اوکے۔۔۔ اگر تم دونوں اس کی ضرورت محسوس نہیں کر سکتے
پھر جانے دیں۔۔۔ فرزانہ نے کندھے اپکائے۔۔۔

اب وہ انسیں اس غارت کے اندر ہوئی چھے میں لے آئی۔۔۔
ہیروئی دروازے تمام کے تمام خود بخوبی بند ہو چکے تھے۔۔۔

”لیا تم داون نہیں دو گی۔۔۔ فرزانہ نے کہا۔۔۔

”داں۔۔۔ کون سی داں۔۔۔ وہ جس کے بھوکے شامروگ ہوتے
ہیں؟“

”ہاں بالکل وہی۔۔۔“

”تم نے شاعری کب سے شروع کی۔۔۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ فرزانہ نے پاؤں پٹھے۔۔۔“

اب وہ جس کمرے میں موجود تھیں۔۔۔ اس کا دروازہ بھی بند ہو
چکا تھا۔۔۔

اس کمرے کی دیوار میں ایک خفیہ بٹن لگا ہوا تھا۔۔۔ لیکن وہ نظر
نہیں آسکتا تھا۔۔۔ چنانچہ فرزانہ نے اس بٹن کو دبادیا۔
”یہ کیا۔۔۔ اب بٹن کو دہانے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔۔۔ کیا یہ
رسکوت کنٹول نہیں ہے۔۔۔“
”یہ بھی ہے۔۔۔ لیکن میں اس کا اشارہ بھول گئی۔۔۔ لفڑا ہاتھ
سے کھولنا پڑ گیا۔۔۔ خر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔“
”اوکے۔۔۔ اس وقت انچارج تم ہو۔۔۔ ہم کیا کہ سکتی ہیں۔۔۔“
”کہنے کو تم ہر دو بات کر سکتی ہو۔۔۔ جو تم سارے دماغ میں آ
جائے۔۔۔“

”شکریہ بہت بہت۔۔۔ فرحت سکرائی۔۔۔“

انچانک فرحت اور رفت کے منہ مارے جیت کے کھل گئے

○☆○

سرنگ

ان کا خیال یہ تھا کہ بیٹن کو دیانتے سے کوئی = خانہ نبودار ہو گا..... لیکن ان کا یہ خیال ملاطٹا۔ کیونکہ ان کے ساتھ ایک سرنگ تھی..... ایک اتنی بڑی سرنگ کہ اس میں قدرے جنگ کر چلا بھی جاسکتا تھا۔ فرزانہ نے قدم آگے پڑھا دیے۔
 ”پچھے ہمیں بھی تو بتا دو۔۔۔ تاکہ تم خود کو حالات کے مطابق تجارت دیکھیں۔۔۔“

”یہ سرنگ ہمیں ابوان صدر تک لے جائے گی۔۔۔“
 ”اوہ کیا صدر کو اس سرنگ کے پارے میں پتا نہیں ہے؟“
 ”پتا ہے۔۔۔ وہ بولی۔۔۔“
 ”تب۔۔۔ پھر یہ راستا خطرناک ہے۔۔۔ صدر سے نوباتے معلوم کر لیا ہو گا۔۔۔ اس کے پارے میں۔۔۔“

”کوئی پرواٹ نہیں۔۔۔ ہم تو خود چاہتے ہیں۔۔۔ نوباتہ راست ہم سے آنکھ رائے۔۔۔ آخر ہم کب تک اس سے ڈرتے رہیں گے۔“
 ”اوہ کے۔۔۔ دونوں ایک ساتھ بولتیں۔۔۔“

پھر ان کا سفر اس سرنگ میں شروع ہوا۔
 ”اپ بولنا نہیں ہے۔۔۔ درت آواز دوسرے سرے تک جاتے کی۔۔۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔۔۔
 ”اور کیا یہ سرگوشی نہیں جائے گی، دوسرے سرے تک؟“
 ”نہ فہم۔۔۔“

فرزانہ سکرا دی۔۔۔ اس نے نفی میں سرہا۔۔۔ اسیں پندرہ تک چلتا پڑا۔۔۔ تب کسی جا کر سرنگ ختم ہوئی۔۔۔ اور ان کے ساتھ ایک دروازہ آگیا۔۔۔ فرزانہ نے جیب سے چانپی نکالی اور دروازے کے تالے میں نکالی۔۔۔ ”فوراً ہی تاں کھل گیا۔۔۔“
 ”دوسری طرف ایک لمبا چوڑا کمرہ تھا۔۔۔ اس میں ضرورت کا۔۔۔“

چند تھجی۔۔۔ فرنچچ بھی اور کھانے پینے کی چیزیں بھی۔۔۔ یہ وقت میں صائم کے خلاف بیعافت ہو جانے کی صورت میں حاکم کے لیے جانے پنہ بنائی گئی تھی۔۔۔ اور زیادہ خطرے کی صورت میں اس سرنگ کو استعمال کیا پکارا تھا۔ اس سرنگ کے بارے میں صرف اسیں اور صدر صاحب کو معلوم تھا۔ اور اس وقت یہ بات خوبناک تھی۔۔۔ کہ صدر صاحب اس وقت سو فیصد نوباتے زیر اثر تھے۔۔۔

اچاک انہوں نے نوباتی آواز سنی۔۔۔
 ”ویکھا صاحب صدر۔۔۔ میں نے کیا کہا تھا؟“
 ”آپ نے بالکل صحیح کہا تھا۔۔۔“ صدر کی آواز سنائی دی۔۔۔

"اب آئے کامرا۔" - نوبایولا۔

"اس میں کیا تک بے مشرنوپا۔" - صدر نے کہا
اور پھر اس کمرے کا دوسری طرف کا دروازہ کھلا۔ صدر اپنے
وستے کے چند مخالفوں کے ساتھ اس کمرے میں آگئے
"اوہ... یہ تم ہو... گرفتار کرو انہیں... یہ نوبای کی حکومت کو
ختم کرنے کے لیے آئی تھیں... آفت کی پرکالد کمیں کی۔" - صدر نے
جلا کر کہا۔

"صاحب صدر... یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ کیا آپ ہمیں کر
پہچانتے ہیں۔" - فرزانہ کے لبھے میں حیرت تھی۔ اس نے یہ الفاظ بدلی
ہوئی آواز میں کے تھے۔

"ہاں کیوں نہیں۔"

"وزرا بنا جائیے تو۔"

"تم لوگ بے وقوف ہو... ہواب تک نوبای کی طاقت کو تسلیم
ہوں کے لیے کافی ہیں... تاہم اس بات پر مجھے حیرت ضرور ہے...
تم نئی کیسے گئے۔ تماری آب دوز کو تو تکوئے لکڑے کر دیا گیا
"سر... کیا آپ چاہتے ہیں... ہم بھی نوبای کے غلام بن جائیں۔" - فرزانہ بولی۔

"ہاںکل... کی چاہتا ہوں میں۔" - صدر نے کہا۔

"تب پھر بنا جائے مشرنوپا کو۔"

"بس! یہ اللہ کی محہنافی ہے۔" - فرزانہ مسکرائی۔
"اے... تم نے اُنہیں اب تک گرفتار نہیں کیا... نہ صرف یہ
گرفتار کر دے... ان کے جسموں سے یہ عجیب و غریب سالیاں انہار
کی مطلب... بلا نہ کی کیا ضرورت.... صدر کی صورت میں۔ اس نیاں کے لیے اپنے اصل کپڑے پہن رکھے

بہ نہارے سامنے موجود تو ہوں۔" - انہوں نے ہنس کر کہا
"ہمیں آپ سے غرض نہیں... مشرنوپلے ہے۔"
"تم آخر خود کو کیا سمجھتے ہو... کیا اب تک تمیں نوبای کی طاقت
ادا نہ نہیں ہوا... اس قدر تبدیلی میک آپ میں بھی تم لوگوں کو
لے فوراً پہچان لیا... اور مجھے بتا دیا کہ تم کون ہو۔" - صدر نے
ہن جلدی کہا۔

"یکن وہ خود کیوں نظر نہیں آ رہا... اگر وہ اس قدر طاقت ور
ہے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاؤ سکتا... کوئی اس کا باہل بیکا نہیں کر
سکتے۔ کوئی اسے ذرا سا بھی تقصیان نہیں پہنچا سکتا تو وہ سات پردوں
ہر دن پھٹپ کر بینہ گیا ہے... کیوں وہ ہمارے سامنے نہیں آئے...
ہم سے مقابلہ نہیں کرتا۔"

"اے ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے... جب کہ اس کے غلام
ہوں کے لیے کافی ہیں... تاہم اس بات پر مجھے حیرت ضرور ہے...
تم نئی کیسے گئے۔ تماری آب دوز کو تو تکوئے لکڑے کر دیا گیا

ہیں۔ کیوں پہن رکھے ہیں نا۔"

"ہاں! پہن رکھے ہیں۔ اپنے ان غلاموں کو حکم دیں۔ یہ
ہمارے عجیب و غریب لباس اتار دیں۔" فرحت نے پر سکون آزاد میں
کہا۔

صدر نے چوک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیوں۔ کیا یہ نہیں اتار سکیں گے؟"

"تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے؟"

"اتار دو لباس۔"

محاذی وستے کے لوگ آگے بڑھے۔ لیکن پھر جو نہیں انسوں نے
ان کے لباس کو ہاتھ لگایا۔ وہ زور سے اچھلے۔ اور ادھر اور گر
گئے۔

"نوبا کو اس بات کا پتا کیوں نہ لگا؟" فرزان نے طنزہ المازی میں
کہا۔

"وکس بات کا؟"

"یہ کہ ان لباسوں میں کرنٹ دوڑ رہا ہے۔"

"ہم پا نہیں۔ شاید نوبا کی توجہ اس وقت تمساری طرف
نہیں ہے۔"

"تب پھر کس طرف ہے۔ اس وقت تو اسے سب سے للاہ
ضورت ای ہماری طرف توجہ دینے کی ہے۔"

"شاید وہ اسکٹر جشید وغیرہ کی طرف متوجہ ہے۔"

"اوہ، اچھا۔ اپنے مسٹر نوبا سے پوچھیں صاحب صدر... کیا وہ
لوگ انہیں نظر آ رہے ہیں۔"

"ایک منٹ۔" یہ کہ کراس نے آنکھیں بند کر لیں اور ہوتون
ہی ہوتون میں کچھ بڑھانا نہ لگا۔ پھر آنکھیں کھول کر بولا۔

"وہ شرمیں ہی ہیں۔ لیکن کسی جگہ پانی کی سطح سے نیچے
نہیں۔"

"واہ۔ تو مسٹر نوبا کو پانی کے نیچے موجود و نہیں کا پتا نہیں چلتا۔
اور لوگوں کو کل ہونے والے واقعات کی قلم و کھاد رہا ہے۔"

"وہ کیا کر سکتا ہے۔ اور کیا نہیں۔ اس بات سے مجھے کوئی
فرض نہیں۔" صدر نے منہ بنا لیا۔

"تب پھر آپ کو غرض کس سے ہے؟"

"اس کے احکامات پر عمل کرنے سے فرض ہے۔ اور وہ میں کر
ہماں۔ تم نے اب تک اسیں گرفتار نہیں کیا۔" وہ محافظوں سے
ہم۔

"سر! ہم اس کرنٹ کا کیا کریں؟"

"اوہ۔ کرنٹ۔ اچھا۔ لمحک ہے۔ میں نوبا سے پوچھتا
ہیں۔" یہ کہ کہ صدر نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر فوراً ہی کھول دیں
اور بولے۔

"ان پر جال پھینکو۔"

"جال لانا پڑے گا۔"

"تو جا کر لے آؤ۔" صدر نے جھلا کر کہا۔

"اور اگر یہ میں سے فرار ہو گئے سزا۔"

"نہیں ہوں گے۔" صدر مسکرا دیے۔

"ہمارا فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"ہوں.... اچھا۔"

محاذیاً چلے گئے۔ اب اس کمرے میں صرف صدر رہ گئے اور دینوں۔

"صاحب صدر، آخر یہ کیا پچھرے ہے.... آپ تو بنا کے غلام کیسے بن گئے؟"

"میں نہیں جانتا۔ وہ بولے۔

"تو بنا سے پوچھ کر بتا دیں۔"

"اچھا۔" وہ بولے اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔
یہی وہ وقت تھا جب فرزان، فرحت اور رفت حرکت میں
آئیں.... اور ایک ساتھ صدر پر ثوٹ پڑیں۔

لیکن دوسرا ہو تھا وینے کے لئے کافی تھا۔ جو نہیں وہ ان سے
کہ رائیں.... وہ اس بڑی طرح اپنے ہمیں اور اس قدر اونچا اپنے ہمیں کہ
چیزیں کسی بہت بڑی اور انجامی طاقت نے اپنیں اچھال پھینکا ہو۔

"ہاں سر۔" وہ ایک ساتھ بولیں۔

وہ دیوار سے ٹکرائیں اور ساکت ہو گئی۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" صدر صاحب پر سکون انداز میں بولے۔

"ہم دیکھنا چاہتی تھیں.... آپ کتنے طاقت در ہیں۔"

"تو پھر ہو گیا اندازہ۔"

"ہاں سر۔" ہو گیا۔ یہ تو بنا نے آپ کو اس قدر طاقت ور کیے
بنا دیا۔"

"یہ تم تو بنا سے ہی پوچھتا۔ مجھ سے نہیں۔" صدر صاحب
بولے۔

"تو اب آپ ہمیں جال کے ذریعے گرفتار کریں گے۔"
"ہاں یا نکل۔"

"لیکن آخر کیوں.... جب تو بنا کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔
تو وہ ہمیں گرفتار کر کے کیا کرے گا۔"

"تم لوگ بناوجہ ناٹک تو اڑاتے ہی رہو گے۔ کیوں نہ تمara
کائنات نکال دیا جائے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔ لیکن ہمیں ایک کوشش اور کرنے
رہیں۔ ماکہ حسرت نہ رہ جائے۔"

"مطلوب یہ کہ تم ایک بار اور مجھ پر حملہ کرنا چاہتی ہو۔" وہ
نہیں۔

"اچھی بات ہے.... اجازت ہے۔"

تینوں نے چیزوں میں ہاتھ ڈالے اور پھر ان کے ہاتھوں میں
بجیب و غریب چیزیں نظر آئیں۔

"یہ کیا ہے بھی؟"

"یہ.... یہ ہمارے ہتھیار ہیں.... میرے ہاتھ میں آئنے ہے۔
آپ دیکھ سکتے ہیں.... نا... اس آئینے کو۔"

"ہاں! کیوں نہیں.... تم آئینے کو ہتھیار کے طور پر استعمال کر
گے۔" صدر نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"اور میرے ہاتھ میں رہو کے دستانے ہیں۔" فرحت بولی۔
"آپ کو پکڑنے کے لیے۔"

"اور مجھے پکڑ کر کیا کرو گی۔" وہ اور نور سے بنے۔
"میں آپ کو آئینے دکھاؤں گی۔" اس آئینے میں آپ اپنی ٹھنڈل
دیکھ سکتے گے۔"

"رہ گئی میں۔" میں آپ کے منہ پر صرف روپاں رکھوں گی۔"

"اس سے کیا ہو گا۔"

"اس سے یہ ہو گا کہ آپ یہ ہوش ہو جائیں گے۔"

"حد ہو گئی یعنی کہ۔" صدر صاحب نور نور سے ہنسنے لگے۔

"ہنس لیں.... چھتا چاہیں ہس لیں.... اس کے بعد ہٹنے کی باری

"ہٹلے ہے۔"

"ناممکن۔" وہ بولے

"اکیا ناممکن۔"

"یہ کہ اس کے بعد ہٹنے کی باری تم لوگوں کی ہے۔ تمہیں اب
ناٹھیب نہیں ہو گا۔ میرا حافظہ وستہ جال لے کر آتا ہی ہو گا۔"
"کوئی پرواں نہیں۔ آپ تیار ہیں؟"
"ہاں! کیوں نہیں۔"

انہوں نے ایک بار پھر ان پر چھلانگیں لگائیں۔ لیکن اس بار
ہلا نے چھلانگیں اور طرح لگائی تھیں۔ فرحت نے اپنے ہاتھوں پر
ہٹ کے دستانے چڑھا لیے تھے۔ اس نے ان کے ذریعے صدر کی
ہن کلائیوں کو تحام لیا۔ فرزانہ نے آئینہ ان کے چہرے کے سامنے
لے لیا۔ رفعت نے یک دم روپاں ان کی ناک سے لگا دیا اور ناک پر
لے رکھا۔ اور فرزانہ کا آئینہ والا ہاتھ حرکت میں آیا۔ اس کے
ہن چند سیکنڈ بعد صدر صاحب تکمل طور پر بے ہوش ہو گئے۔
لے ساتھ ہی ایوان صدر میں خطرے کا الارم نجع اخفاصل اور مسلسل
ن لگا۔ اس کی آواز حد درجے خوفناک تھی۔ فوراً ہی بھاگ دوڑ کی
ازیں شروع ہو گئیں۔ محافظوں میں گواہ کھلیلی بھی پچکی تھی۔

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ فوراً خیر راست کا رخ کیا۔
اس راستے سے صرف واقف تھے یا وہ۔ محافظ تو اس طرف آئی

صدر

تینوں بے جہن ہو گئیں۔
 ”نسیں ایسی کیا چیز نظر آئی ہے۔“ فرزاد بولی۔
 ”اللہ جائے۔“ فرحت بڑھا دی۔
 ”اوہ پھر ہم واپس چل کر دیکھ لیں۔“ رفعت نے فوراً کہا۔
 ”اس میں خطر وہ خطرہ ہے..... ہم پسلے خیرہ نکلنے پر چلیں گے۔“
 ”یکن ہم کچھ دیر یہاں رک کر یہ جانے کی کوشش تو کر سکتے ہیں۔ کہ انسیں کیا نظر آیا ہے۔ شاید بات چیت کے دوران اس چیز کا ذکر آجائے۔“ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔
 ”اوہ ہاں! یہ نجیک رہے گا۔“
 انہوں نے کمرے سے آئے والی آوازوں پر کان لگا دیے۔
 ”جلدی ڈاکٹر کو بناو۔ ان کے سیکرٹری کو فون کریں۔ اف مالک۔“ ایک محافظہ کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔
 ”ان کا رنگ تو بالکل نیلا ہو رہا ہے۔ اس قدر نیلا رنگ آج

نسیں سکتے اور یہ راستا کھلنا بھی تھا صدر صاحب کے اپنے کمرے میں اور کمرے کا دروازہ اس وقت اندر سے بند تھا۔ فوراً ہی ان کے دھڑا دھڑا ہوتے گئی۔

وہ تھلتی چلی گئیں۔ صاف ظاہر ہے۔۔۔ جب صدر صاحب دروازہ نہ کھولتے تو پھر توڑا جانا تھا۔ اور دروازہ توڑے جانے سے پہلے وہ اس راستے کے آثار ختم کر دیا چاہتی تھیں۔
 جلد ہی وہ سرگک میں تھیں۔ دروازہ غائب ہو چکا تھا۔ انہیں اس سرگک میں وہ صدر کے کمرے میں ہونے والی بات چیت سن سکتی تھیں۔ لہذا وہ خمسہ گئیں۔۔۔ سرگک میں تھرتا ان کے لئے خطاک نہیں تھا۔۔۔ اس لیے کہ سرگک سے نکل کر آسانی سے خیرہ نکلانے رخ کر سکتی تھیں۔

اچانک انہوں نے دروازہ نوٹے کی آوازیں سنیں۔ پھر ایک ہدایہ ان آواز سنائی دی۔

”ارے! یہ کیا ہوا۔۔۔ صدر صاحب تو فرش پر پڑے ہیں۔“
 ”ٹلوی۔۔۔ اور یہ۔۔۔ یہ کیا ہے۔۔۔ ان کے پاس۔“ ایک محافظہ خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔



تک کسی انسان کا دیکھنے میں نہیں آیا۔
”لکھ کیا تھیں زہر دیا گیا ہے..... اوپر وہ تینوں کمال
کھینچیں۔“ - ایک اور آواز ابھری۔

”اوہ پاں..... یہاں تین لڑکیاں موجود تھیں.... صدر کے پاس۔
وہ کمال کھینچیں۔ انسیں کسی نے بھی جاتے ہوئے کیوں نہیں دیکھا۔“
اک اور آواز سنائی دی۔

”خدا جانے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“

انہوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”رومیا ہم نے ان کے ناک سے لگایا تھا۔۔۔ کہیں اس پر غلطی
سے بے ہوشی کے بجائے زہر تو نہیں لگادیا تھا۔۔۔“ - رفتہ پڑھا۔۔۔
”نہیں! اس قسم کی غلطی ہم سے آج تک نہیں ہوئی۔۔۔ نہ ہو
سکتی ہے، اس لئے کہ زہروں کا خانہ الگ ہے۔۔۔ بے ہوشی کی دوائیوں
 والا خانہ الگ ہے۔۔۔ فرزانہ نے نقشی میں سرہلا یا۔۔۔

”تب پھر صدر صاحب نیلے کیوں ہو گے۔۔۔“

”شاید ان کے جسم کو کسی وجہ سے آسیجن نہیں مل رہی۔۔۔ تم
گفرنہ کرلو۔۔۔ ذاکر نوگ سب سے پہلے انسیں آسیجن ہی لگائیں گے۔۔۔“
”اوکے۔۔۔ تب پھر اب ہم چلیں۔۔۔ اب یہاں جو پکھ جاؤ گا۔۔۔

اب کے بارے میں تو پہاڑی جائے گا۔۔۔

”بالکل تھیک۔۔۔“ - فرشتہ نے کہا۔

”اوے ارے یہ کیا۔۔۔ اس قدر خوفناک چھو۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ
بڑا کیا کسی انسان کا ہو سکا ہے۔۔۔ صدر صاحب کا چہہ کس طرح بدلتا
گا۔۔۔ اورے باپ رے۔۔۔ بھاگو۔۔۔“

انہوں نے سہت دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

”لب میں دیکھنے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔۔“ - فرزانہ بول اٹھی۔

”لیکن اس میں خطروہ ہی خطرہ ہے۔۔۔ اس خیرے راستے کا راز کھل
بئے گا۔۔۔ رفتہ نے قورا“ کہا۔

”پروانیں۔۔۔“ - فرشتہ بولی۔

”کیا مطلب آپ دونوں تو انسیں دیکھنے پر قل گئیں۔۔۔“

”لیکا کیا جائے۔۔۔ مجیدی ہے۔۔۔ لوگ تو اپنا وزن کرانے پر قل
باتے ہیں۔۔۔ اگر ہم بے ہوش صدر کا چہہ دیکھنے پر قل گئی تو کیا
وا۔۔۔“

”اوے۔۔۔ آئیں پکڑ جو ہو گا۔۔۔ دیکھا جائے گا۔۔۔“

”وہ خیرہ دو اونٹے پر آئیں۔۔۔ میں اس وقت کرے میں چھیں
بن گئیں۔۔۔“

”نہیں تھیں۔۔۔ تھیں بھاگو۔۔۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی حکلہ رج گئی۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ موقع اچھا ہے۔۔۔ کرو خالی ہو گیا ہے۔۔۔
میں بالکل ذرا سی دری کے لیے۔۔۔ ابھی پکھ اور لوگ آئیں گے۔۔۔ ان

”بھجھ میں نہیں آیا۔ تھر بھول کے سامنے رکھتے ہیں یہ
بلے وہی کچھ بتائیں گے۔“

آخر وہ آب دوز میں داخل ہوئیں۔ سب کی نظریں ان کی
لہجہ اٹھ گئیں۔

”کیا رہا۔ ویسے تم تینوں کے چھوٹ پر تاکاہی صاف لکھی ہے۔“

الب نے مت بنا دیا۔

”عن نہیں۔ جیسی غلط فہمی ہوئی ہے۔“ فرزانہ مکرانی۔

”غلط فہمی ہمیں ہوئی ہے۔ اور رنگ تمہارے اڑے ہوئے
ہیں۔“ آنکھ بنا۔

”بھتی ذرا صبر کو۔ انہیں سانس تو لینے تو۔ شاید انہیں کچھ
لکھ دوڑتا بھی پڑا ہے۔ کیوں فرزانہ؟“ انپکٹر کامران مرازا بولے۔

”جی ہاں! کیا بات ہے۔“

”نم اتم نے۔“ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

”جی ہاں نہ۔ لیکن یہ تھوڑی دور دوزنے پر ہانپے کیے لگ
گئے؟“ محمود نے طنزہ کیا۔

”پا نہیں۔ یہ تو یہی بتائیں گی۔“

”پہلے آپ اس آئینہ کو دیکھ لیں۔“ فرزانہ نے وہ آئینہ سب
کے سامنے رکھ دیا۔

”لو اور سنو۔ اب یہ بھول کو آئینہ دکھائیں گی۔ حد ہو گئی۔“

540
کی آمد سے پہلے پہلے دیکھ لیں۔“

”ہاں بالکل۔“

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاکہ صدر کے کمرے میں کھلے دیا۔
دروازہ کھول ڈالا۔ ساتھ ہی ان کی نظریں فرش پر بے ہوش پر
صدر پر پڑیں۔ وہ سر سے لے کر پیر عک لرز گئیں۔ دروازہ بند کرتے
ہی اٹھے قدموں بھاگیں۔

”نہیں نہیں۔“ وہ چلا گئیں۔

”نہیں نہیں۔“ ایک بار پھر وہ چلا گئی۔

کچھ دیر دوزنے کے بعد فرزانہ رک گئی۔ فرحت اور رفت
آگے کھل گئیں۔ پھر وہ بھی رکیں اور اس کی طرف ہیں۔

”رک کیوں گئیں۔ کیا ایک بار پھر صدر کو دیکھنے کا ارادہ
ہے۔“

”عن نہیں۔ بھجھ میں اتنی بہت نہیں۔“

”تب پھر رکتے کی کیا ضرورت پیش آگئی۔“ فرزانہ چلا۔

”بھاگتے کی ضرورت بھی تو نہیں رہتی۔“

”اوہ ہاں! یہ تو ہے۔ آخر ہم بھاگ کیوں رہی ہیں۔ وہ کون
سامنے رکھ دیا۔“ فرحت نے کہا۔

”لیکن یہ ہے کیا۔ ہم نے کیا دیکھا ہے؟“

”آنکھوں پر یقین نہیں آیا اب تک۔“

آصف جھلا اخفا۔

"مجبوري ہے۔" فرزاد نہیں۔

"اس میں بھی مجبوري تک پڑی۔" آفتاب بولا۔

"مجبوري کا کیا ہے۔" تو کسی حق میں بھی تک سکتی ہے۔"

قاروق نے فوراً کمل۔

"میں! یہ آج تو ان تینوں کو کوئی پات کرنے میں دیں گے۔"

اپنے جشید نے جھلا کر کمل۔

"لیجھے۔ ہم ہو گئے خاموش۔ کوہ بھی تم پات۔" محدود

کوہا شعر پڑھ۔

"شاعری کا بھوت سوار ہے کیا؟"

"اب اوہ راوی پات کس نے کی؟" محدود نے متینا۔

وہ شرمدہ ہو گئی۔ پھر فرزاد نے کمل۔

"آپ سے پہلے اس آئینے کا جائزہ لے لیں۔"

"لے لیا جائزہ۔ اس میں کوئی عاصی پات نہیں۔ یہ کوئی

خاص آئینہ نہیں ہے۔ ایسے آئینے ت عام مل جاتے ہیں۔" قاروق نے

براسانہ بنایا۔

"حد ہو گئی۔ ہے کوئی تک۔" فرزاد چلا۔

"یا انکل نہیں۔ میں اس پات کو تسلیم کرتا ہوں۔" خان رہمان

نے تک آ کر کمل۔

"کیا نہیں ہے انکل؟" قاروق نے فوراً پوچھا۔

"تک۔" وہ ایک ساختہ بولے۔

"اورہ ہاں۔ تک تو واقعی نہیں ہے۔"

"تب پھر۔ تم تک کو پیدا کر دے۔ اور پس ان کی بات سنو۔"

"اوکے۔" وہ بولے۔

"ہاں فرزاد! اب تم بات کرو۔ یہ درمیان میں دغل نہیں دیں
گے۔"

"یہ آپ کہ رہے ہیں۔" فرزاد کے لبھے میں حرمت تھی۔

"کیوں۔ کیا جسمی میری آواز بدی نظر آ رہی ہے۔"

"یہ بات نہیں۔ یہ آپ کے وعدے کا پاس کریں گے۔"

"تم اس بات کو پھرڑو۔ اور بات شروع کرو۔"

اب فرزاد نے اپنی حم کے ہارے میں بتایا۔

"اوہ۔ تو تم اس آئینے میں صدر صاحب کی انگلیوں کے نشانات
لے کر آئی ہو۔"

"ہاں گی۔ میں بات ہے۔"

"لیکن اس کی کیا ضرورت تھی۔ صدر صاحب کی انگلیوں کے

نشانات تو ہمارے دیکھے بھالے ہیں۔ جانے پہچانے ہیں۔"

"جی ہاں! اس میں تک نہیں۔" فرزاد بولی۔

"کس میں تک نہیں۔" قاروق نے کٹ کھانے والے انداز

میں کہا۔

”اس میں کہ ... ان کی اگلیوں ٹھہر کے نشانات ہمارے دیکھے جھالے ہیں۔“

”خود ہو گئی ... یہ نشانات دیکھے جھالے ہیں۔ اور اس بات کو تم خود تعلیم کر رہی ہو ... تو پھر صدر صاحب کی اگلیوں کے نشانات لانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔“

”بس کیا ہتاوں ... دماغ چل گیا تھا ہمارا۔“

”ہائیں ... تم سارا دماغ اب چلا ہے۔ ہم لوگ تو ایک دست سے یہ بات محبوس کر رہے تھے کہ بہت جلد تم سارا دماغ چلنے والا ہے۔“

”تو پہ ہے تم سب سے ... میں نے کہا تھا ... ان تینوں کو بات کرنے دو۔“ اسپر جمیل جھلائشے۔

”اوہ ... سوری۔“

”ہاں تو ایا بجان ... آپ اور دوسرے لوگ آئینے پر موجود نشانات کا جائزہ لے لیں ... ان نشانات کو صدر کے نشانات سے ملا لیں۔“

”اس سے کیا ہو گا؟“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”بس آپ کر لیں ایسا۔“

”فرزانہ اگر کر رہی ہے ... تو آپ معافیت کر رہی لیں۔“ خان رحمان نہیں۔

اب انہوں نے آئینے پر موجود نشانات کو بخور دیکھا۔ پھر اسپر

جمیل نے کہا۔

”میں یہ بات یقین سے کہ سکتا ہوں ... کہ یہ نشانات صدر کی اگلیوں کے نہیں ہیں۔“

”کیا!! ... کیا کہا آپ نے ... یہ نشانات صدر کی اگلیوں کے نہیں ہیں ... جب کہ ہم لائے ہیں اتنی کی اگلیوں سے۔“

”ہاں! ایک بات ہے ... یہ لائے ہیں صدر صاحب کی اگلیوں سے ... لیکن یہ نشانات ان کی اگلیوں کے نہیں ہیں۔“ اسپر جمیل نے مکار کر کہا۔

”کیا تم بھی ایک عجیب بات نہیں کر رہے جمیل؟“ پروفیسر داؤڈ بولے۔

”ہاں! کہ رہا ہوں ... لیکن بات ہے یہی۔“

”آخر کیے؟“

”فرزانہ ... مہربانی فرماؤ کر تم خود وضاحت کرو۔“ انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔

”جن ہاں! ضرور کیوں نہیں ... دراصل یہ بات کہی دنوں سے ہیرے ذہن میں چھپ رہی تھی کہ کیا صدر صاحب اصل ہیں ... کہیں صدر بدل تو نہیں گئے ... کیونکہ اس سارے چہرے کے دوران صدر صاحب نے ہم سے بالکل اپنی جیسا سلوک نہیں کیا تھا ... بالکل غیروں کی طرح پیش آئے تھے ... جب کہ یہ ان کی عادت نہیں ... کم از کم

بھے وہ بے تکلف دوستوں کی طرح ملتے ہیں۔"

"اوہ.... اوہ تب پھر؟"

"ہم نے سوچا.... ان کی الگیوں کے نشانات لئے جائیں۔ تاکہ کم از کم اتنا تو معلوم ہو.... یہ صدر ہیں بھی یا نہیں۔"

"بہت خوب فرزان.... یہ سوال میرے ذہن میں کتنی پار سر اجھار، چکا ہے۔ لیکن میں وہ کام نہ کر سکتا۔ جو تم نے کیا۔" اسپلہ جشید پولے۔

"اور خود میرا بھی یہی خیال تھا۔ اسپلہ کامران مرزا بولے۔

"حد ہو گئی۔ اب تم فوراً ان تینوں کی طرف ہو گئے۔"

"بھی کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" وہ سکرائے۔

"اور آئینے میں موجود نشانات کہ رہے ہیں۔۔۔ ہم صدر کی الگیوں کے نہیں ہیں۔ تب پھر صدر کمال ہیں۔۔۔ اور صدر کی جگہ کون شخص لے ہوئے ہے۔ اسپلہ کامران مرزا نے جلدی جلدی کمال۔

"اب ہم ایک اور عجیب بات بتاتے ہیں۔۔۔ آپ کو۔۔۔ جو حد دربے خوفناک بھی ہے۔ فرزان نے پر جوش آواز میں کہا۔

"کم عجیب اور خوفناک بات تو تباہی نہیں سکتیں۔" فاروق نے پر اسامنہ بٹایا۔

"جب ہم سرگک میں آگئے تھے۔ اور الارم بجئے لگا تھا تو حافظ صدر صاحب کا دروازہ توڑ کر ان کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

اور پھر وہ اس قدر خوف زدہ انداز میں چلا اٹھے کہ کیا تھاوں۔ ساتھی انہوں نے کہا تھا۔ اف مالک۔۔۔ یہ صدر صاحب اس قدر نیلے کیوں پڑ گئے۔ اس وقت ہم نے سوچا تھا کہ کیسی ہم نے بے ہوشی کی بجائے زہر تو شیں سکھا دیا۔۔۔ لیکن یہ بات بھی ثابت نہیں ہوئی تھی۔۔۔ ہم دہال پر بے ہوشی کی دوایی لگا کر لے گئی تھیں۔۔۔ اب سوال یہ تھا کہ صدر صاحب نیلے کیوں ہو گئے۔ ہم نے بہت کی اور پھر دروازہ کھول کر صدر کو دیکھا۔۔۔ اف مالک۔۔۔ ہم نے کیا دیکھا۔۔۔ ہم تا نہیں لکھیں۔"

"چلو اچھا ہی ہے کہ تم بتا نہیں سکتیں۔" فاروق نے خوش ہو کر لکھا۔

"اس میں خوش ہونے کی کون یہ بات ہے۔"

"اس میں خوش ہونے کی بات یہ ہے کہ اب ہمیں خوف زدہ نہیں ہوتا پڑے گا۔"

"حد ہو گئی۔۔۔ یہ تم خوف زدہ ہونے سے ڈرتے کب سے لگا۔"

"جب سے تم نے یہ بات شروع کی۔" فاروق نے ترے سے کہا۔ سب سکرانے لگے۔

"ہاں فرزان! اب تم بتاہی دو۔۔۔ تم نے کیا دیکھا۔"

"تن نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں نہیں بتا سکتی۔" فرزانہ بری طرح چلا

انھی۔

”آخر کیوں؟“

548

”اس لے کر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“

”اب ہمیں کیا خبر... کیا کیسے ہو سکتا ہے... جب تک تم پوری بات نہیں بتاؤ گی۔“

”آخر اس نے پوری بات بتا دی.... وہ ایک ساتھ چالائے۔

”نہیں... نہیں... نہیں۔“

○☆○

کمزور پہلو

رات تاریک تھی.... اور اس تاریک رات میں کچھ سر پھرے ایک خیر راستے پر اس طرح چل رہے تھے۔ جیسے کہ ان کا کام ہے۔ تاریکی میں بھی بالکل سچ قدم رکھ رہے تھے.... ایک جگہ بھی الول نے ٹھوکر نہیں کھائی۔

فرزانہ کی والپی کے دوسراے دن سے شہر میں ان کی ٹلاش کچھ ان قدر بڑے پیلانے پر شروع ہوئی تھی کہ ان کا اس جیصل میں رہتا ہی مشکل لگنے لگ گیا۔ خیال تھا اس جیصل میں بھی جاں ڈالا جائے لکھ۔ ملک کے صدر نے حکم جاری کیا تھا کہ ان لوگوں کو جہاں کہیں ٹھیکھا جائے۔ گولوں سے چھلنی کر دو جائے۔ بلاک کرنے والے کے لئے بے پناہ انعامات مقرر کیے گئے تھے.... ان انعامات کی تفصیل ان کر قارون نے کہا تھا۔

”تی چاہتا ہے۔ خود کو بلاک کر کے یہ انعامات خود ہی وصول کر ان۔“

”مگر ادیے تھے۔ اور اسی وقت انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ

549

وہ اس قیدی کو لے کر باہر نکل آئے۔
”لیکن اب تم لوگوں نے تو بے اڑنے کی طاقت کیسے حاصل کر لی۔“ قیدی کے لجھے میں جھرت تھی۔

”تو بآ شروع سے ہی اگر کسی سے خوف زدہ تھا تو صرف ہم سے.... یعنی وہ بیگال سے نہیں ڈرائے اشارج سے نہیں ڈرائے ڈرائے تو کس سے۔ صرف ہم چند لوگوں سے۔ بس ہم نے یہ سوچتا شروع کر دیا کہ وہ آخر ہم سے خوف زدہ کیوں ہے۔ تب ہمارے ذہنوں میں یہ بات آئی کہ اس کا کوئی نہ کوئی کمزور پسلو ضرور ہے۔ وہ کمزور پسلو کیا ہے۔ اگر ہم یہ جان لیا تو ہم اس سے لڑ سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔“ ادھر وہ اسی وجہ سے ہم سے خوف زدہ تھا کہ کہیں ہم س کا وہ کمزور پسلو تلاش نہ کر لیں۔ اور آخر کار ہم نے کمزور پسلو تلاش کر لیا۔ اور اس نے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک نیا قدم اٹھایا۔

”پہلے ہم اس کے بارے میں یہ خیال کرتے رہے کہ وہ تو کسی کو نظری نہیں آتا۔ تو ہوا سے لڑیں گے کیسے۔۔۔ پھر یہ خیال کرتے رہے کہ اسے تو کل ہونے والی باتوں کا پہاڑ چل جاتا ہے۔ لہذا ہم کل کیا کریں گے، اس سے کیسے لڑیں گے۔۔۔ یہ وہ پہلے ہی جان لے گا اور اپنا انعام کر لے گا۔۔۔ ان تمام باتوں نے ہمیں چکڑائے رکھا۔۔۔ تاہم آخر کار اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور ہم اس سے مقابلہ کرنے کے نکل ہو گئے۔۔۔ ہم جان گئے کہ اس کا کمزور پسلو کیا ہے۔ یا ہم اس کی

اب تو بآ کو مہلت دیا خود ان کے لئے موت کا پیغام ثابت ہو گی۔۔۔ لیکن اس سے پہلے وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے۔ اپنا اطمینان کرنا چاہتے تھے۔

آخر ان کا سفر ختم ہوا۔۔۔ اور وہ ایک قید خانہ میں داخل ہوئے۔۔۔ اس قید خانے کے خفیہ راستوں سے وہ بخوبی واقف تھے۔۔۔ ایوان صدر کے چند خاص محافوظ بھی اس قید خانے سے واقف تھے۔۔۔ وہ اس لیے کہ اس جگہ انہیں خاص قیدیوں کو لاانا پڑتا تھا۔

اب اس وقت اس قید خانے میں صرف ایک ہنس قید تھا۔۔۔ وہ اس وقت فرش پر پڑا تھا اور شاید نیند میں تھا۔۔۔ انہوں نے دیکھا۔۔۔ وہ ان کے لیے جانا پچھانا ہرگز نہیں تھا۔

”ٹھے جتاب۔۔۔ اسپریز جمیل نے اکڑوں پیٹھ کر اسے پایا جلایا۔“

”گک۔۔۔ کون؟“ انہوں نے جانی پچھائی آواز سنی۔

”یہ ہم ہیں۔۔۔ وہ بولے۔“

”اوہ۔۔۔ میں تو مایوس ہو گیا تھا۔۔۔ بست دیر لگا دی۔“

”ہاں جتاب۔۔۔ دیر ضرور ہو گئی۔۔۔ لیکن اس وقت آئے ہیں جب تو بآ سے نکرانے کی طاقت حاصل کر لی ہے۔۔۔ اگر اس سے آتے تو ہم بھی یہیں قید ہو جاتے۔۔۔ اور پکھنہ کر سکتے۔“

”مجھے یقین نہیں آ رہا۔“

”آ جائے گا۔۔۔ آپ کو یقین۔“

ناظروں سے کیسے غائب ہو سکتے ہیں.... اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ اپنے علم کے ذریعے دیکھ لیتا ہے.... جان لیتا ہے اور اپنی آواز یہت فاسطے سک پہنچا سکتا ہے۔ وہ کالے علم، پہنچازم اور نہ جانے کس کس حرم کے علوم کا ماہر ہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ سس میں کوئی پراسرار طاقت ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ تو اس نے بیگان اور انشارچ کے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اپنی اس پراسرار طاقت کے ذریعے کیا۔ اور پروفیسر صاحب کی تجربہ گاہ کے مجازیوں کو بے ہوش بھی اپنی طاقت کے ذریعے کیا تھا۔

”تو کیا۔ اب تم اس پر قابو پا پکے ہو؟“

”میں نہیں۔ اس سے جنگ کرنے سے پہلے آپ کو رہائی دلوانا ضروری تھا۔ ورنہ وہ لوگوں کو ہمارے خلاف کر سکتا تھا۔ لاکھوں لوگ ہم پر ثوٹ پڑتے۔ آخر ہم لاکھوں آدمیوں کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہم انہیں کوئی نقصان بھی نہیں پہنچانا چاہتے۔“

”ہوں اچھا تھا۔ اب کیا پروگرام ہے۔“

”اب ہم جو کچھ بھی کریں گے۔ آپ کو ساتھ رکھ کر رکھیں گے۔ لیکن ان سب کموں سے پہلے آپ کو اپنے جیسا لباس پہنچانیں گے۔“

”اوہ ہا! یہ لباس میری سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر یہ کیسا لباس ہے؟“

”بلیں۔ کچھ نہ پوچھیں۔ یہ کیسا لباس ہے۔ پھر کسی وقت ہائیں گے۔“

”اور نوبا کے بارے میں کیا معلوم ہوا۔ وہ کون ہے؟“

”بہت جلد ہم اس سوال کا جواب دیں گے۔ آپ غرر نہ کریں۔ بلکہ پوری دنیا کو ہائیں گے۔“

”اور دنیا کے لوگ اب اس نوجوان کو حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کر رہے۔“

”اپنے آدمی مروا کے ٹھنڈے پر گئے۔ وہ جان گئے۔ نوبا ان کے بس کا نہیں۔ وہ اسے قابو میں نہیں کر سکتے۔“

”تب تو ہمیں چاہیے اسے فوراً“ گرفتار کر لیں اور اپنے ملک کے کام میں لائیں۔“

”شاید ایسا نہ ہو سکے۔“

”میں۔ کیا مطلب۔ کیوں ایسا نہیں ہو سکا۔“

”نوبا کا مقصد صرف یہ نہیں کہ خود ہماری زمین پر حکومت کرے۔“

”تب پھر؟“

”اس کا مقصد کچھ اور ہے۔ اس کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے۔“

اور پھر انہوں نے قیدی کو خفیہ نہ کرنے پر پہنچا دیا۔

”اب ہمیں معلوم کرتا ہے کہ نوباس کس حال میں ہے..... تاکہ ان سے باقاعدہ مقابلہ کیا جاسکے۔ اسپرٹر جمشید بولے
پھر انہوں نے اپنے چند خاص ماتحتوں کو فون کیا۔ ان سے رپورٹیں لیں۔ اور اس کے بعد وہ جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ انہیں طرح سے لیس ہوتا تھا۔ نوباس کے پاس کیا کیا آلات جنگ تھے۔
س کا ابھی انہیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اس وقت تک انہوں نے ہامیلی ضرور حاصل کر لی تھی کہ وہ کل جو کچھ کرنے والے تھے۔ نوباس آج کچھ معلوم نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس طرح ان کا یہ پڑا خوف دور ہو گیا تھا۔

تین دن مسلسل تیاریوں کے بعد آخر کار وہ اس قیدی کے پاس آئے۔

”ہم ہر طرح تیار ہیں۔ نوباس سے آخری لڑائی کا وقت اب قریب ہے۔ ان شاء اللہ۔“

”اوہ بہت خوب۔ میں تو سوچ رہا تھا۔ پتا نہیں تم کب تیار ہو گے۔“

”ہم نے کم سے کم وقت لگایا ہے۔“
”ہاں! یہ بات تو خیر میں محسوس کر سکتا ہوں۔“ قیدی نے سکرا کر کہا۔

”کیا پھر اب چلیں۔“

”یا تم لوگ اچھی طرح سوچ کچھ پکے ہو۔ نوباس کی طاقت کا اندازہ لگا پکے ہو۔“

”ہاں جتاب۔ بالکل۔ آپ فکر تکریں۔ اب نوباس کے کمزور پہلو ہمیں معلوم ہیں۔ اور اس کا سب سے کمزور پہلو تو آپ خود ہیں۔ ہمیں اسے ٹلاش نہیں کرنا پڑے گا۔“

”اوہ ہاں! یہ تو ہے۔ پہلے جس کی ٹلاش اتنا برا مسئلہ تھا، وہے ہے۔ ملکوں کے جاؤں اسے ٹلاش نہیں کر سکے۔ تھم ٹلاش کر سکے۔ بس اس کی آواز سنتے رہے۔ اب اس کے بارے میں تھم جانتے ہیں۔ وہ کمال ہے۔“

”تب پھر۔ چلیں۔ اللہ کا نام لے کر۔“
”وہ ہاں سے خیری راستے کی طرف روان ہوئے۔ جلد ہی وہ پھر اس سرگک میں سفر کر رہے تھے جو انہیں ہی ان صدر تک لے جائی تھی۔

”حیرت ہے۔ بست بڑی حیرت۔“ فاروق کی آواز ابھری۔
”یہ اتنی بڑی حیرت، اس وقت تم کمال سے لے آئے؟“
الائب کے لیے میں بھی حیرت تھی۔

”اپنے دلاغ سے۔“ فاروق نے اسے گھورا۔
”نوباس معمول ہے۔“ اسپرٹر کامران مرزا مکرائے۔

"شکریہ انکل"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"اور وہ حیرت تو رہی گئی"۔

"تو یا کو تو یہ تک معلوم ہو جاتا ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ میرا مطلب ہے۔ شیطانی تم کے کاموں کے بارے میں۔ لیکن۔ اسے یہ کیوں معلوم نہ ہو سکا کہ ہم ایوان صدر میں داخل ہوتے والے ہیں۔ داخل ہونے کے بعد ہم کل آتے۔ تب تو اسے یہ بات معلوم کر لیتی چاہیے تھی کہ ہم کس راستے سے داخل ہوئے تھے"۔

"اوہ۔ اوہ"۔ اپکل جشید یک دم پڑنے پڑنے رک گئے۔ "یہ آپ ذبل اور کمال سے لے آئے؟" مکعن مکرایا۔

"اپنے دلاغ سے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"ہاں! یعنی بات ہے"۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا یعنی بات ہے۔ ہم سمجھے نہیں"۔ خان رحمان جلدی سے بولے۔

"فاروق کی بات۔۔۔ تو یا نے ضرور غور کیا ہو گا۔ اور اپنے علم کے زور سے یہ معلوم کر لیا ہو گا کہ ایوان صدر سے ایک خفیہ راستا 00 ہے"۔

"اڑے پاپ رے۔ اگر اس نے راستا معلوم کر لیا ہے۔۔۔ تب ہم ایوان صدر نہیں پہنچ سکیں گے"۔ محمود تکبر آگیا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ اپکل جشید نے فوراً کہا۔

"آپ نے بات تو پریشان والی بتائی ہے۔ اور ساتھ ہی کہ رہے ہیں۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"یہ اس لئے کہ رہا ہوں کہ ایک راستا بند ہو گیا تو کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور کوئی راستا کھوں دیں گے"۔

"اجمی بات ہے۔ آپ کہتے ہیں تو ہم پریشان نہیں ہوتے"۔ فاروق مکرایا۔

"آگے بڑھتے رہے۔۔۔ بہل تک کہ اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں سے انہیں ایوان صدر میں داخل ہوتا تھا۔۔۔ اس جگہ لگا ہوا انہیں اپکل جشید نے دیا دیا۔

ان کی شی گم ہو گئی۔۔۔ دروازہ نہیں کھلا تھا۔

"فاروق کا خیال تھیک نکلا۔۔۔ اس نے دروازہ بند کر دیا ہے"۔ اپکل جشید بڑھا رہے۔

"چلنے پڑے۔۔۔ دوسرے راستے کو آناتے ہیں"۔ خان رحمان نے سرد آہ بھری۔

"وہ واپس چل پڑے۔۔۔ لیکن جب وہ سرگ کے دوسرے سر پر پہنچے۔۔۔ تو یہ دروازہ بھی بند نظر آیا۔۔۔ یعنی اب ٹین دیانتے سے وہ بھی نہ کھلا۔۔۔ اب تو ان کے چیزوں تلے سے زمین کل گئی۔۔۔ اس کا مطلب تھا کہ تو یا نے اس طرف کے دروازے کا بھی پا چلا لیا تھا اور اس کو بھی بند کر دیا تھا۔

”میں مارے گئے۔“ منور علی خان نے گھبرا کر کہا۔
 ”نہیں منور علی خان۔“ اپنکی جشید پر سکون آواز میں بولے
 ”ہائیں کیا کہا۔۔۔ نہیں منور علی خان۔“ خان رحمان بولے
 ”ہاں خان رحمان۔“ وہ بولے۔
 باقی ہنس پڑے۔

”آپ کس طرح باتیں کر رہے ہیں۔۔۔ نہیں منور علی خان۔۔۔
 ہاں خان رحمان۔“ پروفیسر بولے۔
 ”بالکل پروفیسر صاحب۔“
 ”خوب۔۔۔ میں بالکل پروفیسر ہو گیا۔“ انہوں نے براسامنہ بنایا۔
 ”تو زرا غور کریں۔۔۔ ہم اس دروازے کو ٹھن کے ذریعے کھوں
 نہیں سکتے۔۔۔ آپ اس کو اڑا تو سکتے ہیں۔۔۔ آخر آپ یہ کیوں بھول
 رہے ہیں۔۔۔“

”اوہ ہاں واقعی۔۔۔ شاید میری عمل گھاس چلنے گئی ہے۔“
 ”آپ سے تو بھر آپ کی عمل اچھی روی۔۔۔ اس سرگن سے
 بالکل تو گئی۔۔۔ آفتاب بول پڑا۔

وہ ہنسنے لگے
 ”شاید جستبلاہٹ کی وجہ سے تم لوگ اس حرم کے جھٹے بھول
 رہے ہو۔۔۔ خان رحمان مکرانے
 ”شاید جستبلاہٹ کی وجہ سے نہیں۔۔۔ یقیناً جستبلاہٹ کی وجہ

سے۔۔۔ مکھن بولا۔

”اچھا بھائی۔۔۔ اب تم لوگوں سے کون مخفی مارے۔“

”آپ اپنا کام کریں۔۔۔ ہمیں اس سرگن میں ہی نہیں رہتا۔“
 منور علی خان جمل کر بولے۔
 ”اوہ اچھا۔“

”ایک منٹ انکل۔“ محمود نے باتھے اخخار کر کہا۔

”اب محمود نے مجھے ایک منٹ انکل بنا دیا۔۔۔ ہے کوئی تک۔۔۔
 آخر یہ ہو کیا رہا ہے اس سرگن میں۔“
 ”خدا کا شکر کریں۔۔۔ اس نے آپ کو دو منٹ انکل نہیں کہا۔“
 ”کیا۔۔۔ وہ گھبرا گئے۔“

”خبر تو ہے۔۔۔ آپ اتنی سی بات پر گھبرا گئے۔“ پروفیسر عطا ان
 نے۔۔۔

”تب پھر مجھے کتنی سی بات پر گھبراانا چاہیے۔“

”حد ہو گئی۔۔۔ اب آپ بھی ہمارے انداز میں باتیں کرنے
 لگے۔۔۔“

”کیا کروں۔۔۔ مجبوری ہے۔“ پروفیسر داؤن نے کندھے اپکا کے
 ”یہ یہاں مجبوری کمال سے نپک پڑی۔۔۔ وہ بھی اس سرگن
 میں۔“

”اے آپ مجبوری کی کاری گری کر لیں۔“ فاروق مکرانا۔

"اکل ذرا غیرت۔ ابھی اس دروازے کو نہ اڑائیں۔ میں نہ چاہتا ہوں کہ یہی عمل آپ نے ایوان صدر والے دروازے پر کیا نہیں کیا۔"

"یہ جمیل سے پوچھو۔"

اب محمود نے سوالیہ انداز میں اسپکٹر جمیل کی طرف دیکھا۔
"ہاں واقعی..... یہ سال بھج سے کرنا چاہیے..... اس طرف اے لے خطرات من کھولے کھڑے ہوں گے، تو یہ مقابلے کی وجہ پیاری کر رکھی ہو گی۔"

اسپکٹر جمیل نے پر سکون انداز میں جواب دیا۔

"تو کیا..... وہ اس طرف انتظامات نہیں کر سکتا تھا۔"
آصف نے حیران ہو کر پوچھا۔

" غالباً" اس نے اس طرف بھی انتظامات کر رکھے ہوں گے۔
ان اس طرف چونکہ وہ خود نہیں ہو سکتا، اس لئے معاملہ اتنا عجین ہی ہو گا۔"

اسپکٹر جمیل نے خیال ظاہر کیا۔

"تب تو نحیک ہے..... اکل..... اڑاوس دروازہ۔"

محمود نے پروفیسر داؤڈ کی طرف دیکھتے ہوئے پر جوش انداز میں

"چھا۔۔۔ لیکن ابھی ہمیں اور یہچے ہنا ہے۔"

"تو ہے سب سے۔" رفت نے پاؤں پٹھے۔

"ان سب میں تو پھر تم بھی شامل ہو۔" فرد مسکرا اے۔

"آخر ہم پر باقی کرنے کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے۔۔۔ یہ تو کام کا وقت ہے۔" پروفیسر عقلان یو لے۔

"کام کے وقت ہی وہ بھوت صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں۔۔۔ کیا کیا جائے اکل۔۔۔ ان کا بھی تو دل رکھنا پڑتا ہے۔"

"حمد ہو گئی۔۔۔ بھوتوں کے دل رکھے جا رہے ہیں۔۔۔ اور سرگ کا خیال نہیں۔" فرزانہ جھٹائی۔

"یہ گئی سرگ"۔ پروفیسر یو لے
اور وہ دروازے پر بیٹھ کر اپنا کام کرنے لگے۔۔۔ اب س خاموش ہو گئے۔۔۔ ان کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔ ان کی مدد اب پروفیسر عقلان کر رہے تھے۔۔۔ آخر پانچ منٹ بعد وہ انھوں کر کھڑے ہو گئے۔
"دروازے سے دور ہست جاؤ۔۔۔ کافی دور۔"

یہ کہ کر دونوں بھی ان کے ساتھ یہچے ہٹنے لگے۔۔۔

"مارے ہاں۔۔۔ ایک بات ذہن میں آکی تھی۔۔۔ وہ ہاتوں میں ہی تھی۔" ایسے میں محمود بولا۔

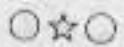
"وہ جب تم نے ایک منٹ اکل کما تھا۔" آصف مسکرا ایا۔

"ہاں! اسی وقت۔"

"خیر اب کہ دو۔"

"بہت بہتر"۔ وہ بولے

کافی دور ہٹ آئے پر پوفسرا داؤ نے ریکوٹ کشول آ لے گا
پھن دیا دیا..... سرگک میں ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا..... سرگک
میں گرو و غبار ات گیا۔ اور وہ ایک دوسرے کو دیکھنے کے قابل بھی
نہیں رہ گئے..... کافی بعد خدا خدا کر کے گرد چھپنی۔
ساتھ ہی انہوں نے بہت سے لوگوں کے ہٹنے کی آوازیں شن۔



نوبا کے قیدی

انہوں نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ جس طرف دھماکا ہوا
تھا..... انہوں نے دیکھا۔ وہاں بست سے آدمی کھڑے تھے..... ان کے
ہاتھوں میں کلاشن کو نہیں تھیں۔ اور وہ بے تھاشا ہنس رہے تھے.....
ہنسی کے ساتھ وہ رانکتوں کا رخ ان کی طرف کرنا نہیں بھولے تھے۔

"آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟"

"پنی صورتیں دیکھی ہیں۔"

"نہیں۔ سرگک میں آئینے نہیں لگے ہوئے۔" فاروق نے من

ہٹایا۔

"اب دیکھ لیں۔"

"وہ اچھا۔ ہم سمجھ گئے۔ سرگک گرو سے اٹ گئی تھی۔"
ظاہر ہے..... اس گرو کا بہت کافی حصہ ہم سے بھی چھٹا ہوا ہو گا۔"

"کوئی ایسا دیتا۔ بالکل گرو کے بھوت لگ رہے ہو۔ اچھا تو
اب گرو کے بھوتوں اور نوبا کے قیدیوں۔ جمیں نوبا کی قید مبارک
ہو۔ ان کے انجارج نے شوخ آوازیں کیا۔"

"یہ... یہ کیسی مبارک بادی... آپ نے۔"
 "ہمارے پاس تو پھر آپ کے لئے ایسی عین مبارک باد ہے۔"
 "اچھا خوبی... ہم بھی وصول کر لیتے ہیں... خیر مبارک"۔ فاروق
 نے کہا۔

"تم لوگوں سے نوباکی طاقت کا اندازہ لگانے میں قطعی ہو گئی"۔
 وہ پڑا۔

"کوئی بات نہیں... آپ اس قطعی کو درست کر دیں"۔ آصف
 بولا۔

"یہ قطعی اب قید خانے میں درست ہو گی"۔
 ایسے میں پروفیسر راؤ کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ فوجوں کے ہمراول
 کے پاس اچانک کوئی چیز تیز آواز سے پہنچی۔ بکل سی چکی اور پھر انہوں
 نے ایک جیت ناک مظہر دیکھا۔ سارے فوجی ہوں کے توں لکڑ
 نظر آئے۔ ان کا قلعہ فضائی گنجائے پھر انچارج بولا۔

"آپ اندازہ ہوا نوباکی طاقت کا"۔
 "کچھ کچھ"۔

"تب پھر گرفتاری کے لئے خود کو پیش کر دو"۔
 "لیکن پہلے ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں"۔

"اور وہ سوال کیا ہے؟"
 "نوباکمال ہے؟"

"یہ بات اس وقت تک کوئی نہیں بتا سکتا، سو اے نوبا کے۔"
 "غلط.... یا انکل غلط"۔
 "کیا کہا۔ غلط ہا انکل غلط"۔ انچارج نے حیران ہو کر کہا۔
 "ہاں! کیا کہا ہے... اور غلط نہیں کہا"۔ فاروق سکرایا۔
 "یہ کیا بات ہوئی.... غلط ہی تو کہا ہے"۔ آصف نے حیران ہو کر
 کہا۔

"اوہو۔ غلط سمجھے۔ میرا مطلب تھا۔ یہ بات غلط ہے کہ نوبا
 کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، نوبا کمال ہے"۔

"تو کیا۔ تم لوگ جانتے ہو؟"
 "ہاں! بہت اچھی طرح"۔

"بہت خوب... ہیاں میں پھر... مسٹر نوبا کمال ہیں؟"

"آپ کو بتانے کا کیا فائدہ... آپ یقین نہیں کریں گے"۔
 "کیوں.... کیوں نہیں کریں گے"۔

"بس رہنے دیں... نہیں کریں گے"۔

"اوہو! میں وعدہ کرتا ہوں... یقین ضرور کروں گا"۔

"اچھی بات ہے... سن لیں... نوبا صدر کی ہلکی میں ایوان
 صدر میں موجود ہے"۔

"کیا... نہیں"۔ وہ چلا گئے۔

"کیوں... یقین نہیں آیا تا"۔

”نہیں.... اس لئے کہ وہاں صدر صاحب کی صورت میں صدر
садب ہی ہیں۔“
”اچھا یہ بات ہے.... صدر صاحب.... ذرا آگے آ جائیں.... اور
انہیں اپنی صورت دکھادیں۔“ اسکلر جیشید نے کہا۔
اب وہ قیدی آگے بڑھا.... اسے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

”یہ.... یہ.... یہ کیا۔“

”آپ میجر درانی ہیں نا۔“ صدر بولے۔

”اوہ نہیں سمجھے آپ۔ آپ تو بالکل صدر کی آواز میں بات کر
رہے ہیں.... لجھ بھی دیں ہے۔“

”میجر درانی میں خود صدر ہوں۔“

”تب پھریں۔ ایوان صدر میں کون ہے؟“

”وہ.... وہ نوبا ہے۔ آپ اسکلر جیشید کی بات پر یقین کر
لیں۔“

”افسوس! ہم یقین نہیں کر سکتے۔“

”آخر کیوں۔“ خان رحمان بولے۔

”بس نہیں کر سکتے۔“

”خیر۔ آپ کی مرضی۔ آپ ہمارے فوجی ہیں۔ ہم آپ کو
کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ سے صرف اتنی سی درخواست ہے۔ کہ
ہے کے پورے عموم نوبا کے زیر اثر ہیں۔ یہاں تک کہ فوج اور
آپ ہمیں جانے دیں۔“

”نہیں.... مجھے حکم ہے.... آپ کو گرفتار کروں۔“
”اگر آپ ہمیں گرفتار کریں گے تو خود بھی نوبا کے قیدی ہن کر
جانیں گے.... پھر زندگی بھر آپ نوبا کی قید سے نہیں چھوٹ سکیں
گے۔“

”اول تو ہم نوبا کے قیدی ہیں نہیں.... تاہم اگر ہم نوبا کے قیدی
ہے کے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات کوئی نہیں ہو گی۔“
”اچھی بات ہے۔ آپ کی مرضی۔“

ان الفاظ کے ساتھ ہی پروفیسر داؤڈ کا ہاتھ حرکت میں آیا۔
ذیبوں کے ہیوں کے پاس ایک دھماکا ہوا اور وہ گرتے چلتے گئے
وہ سب کے سب بے ہوش ہو چکے تھے۔ وہ وہاں سے نکل کر
بہ اپنے خیریہ نہ کرنے پر آگئے۔ کیونکہ ایک بار پھر انہیں غور کرنا پڑ گیا
تمل۔ مرگ کے راستے وہ آسانی سے اس تک پہنچ سکتے تھے۔ جب
کہ صدر دروازے کی طرف ان کے لئے ان گت رکاؤ نہیں کھڑی کی جا
سکیں۔ اور ان رکاؤ نوں کو دور کرنے کے لئے انہیں نہ جانے کتنے
ذیبوں کو راستے سے ہٹانا پڑتا۔ لیکن وہ تو اپنے ملک کے ایک فوجی کو
گل نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتے تھے۔

”آپ.... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔ لوگ یہ سننا بھی
بند نہیں کریں گے کہ صدر کی جگہ نوبانے لے لی ہے۔ اس وقت
ہے کے پورے عموم نوبا کے زیر اثر ہیں۔ یہاں تک کہ فوج اور

پہلیں بھی اس کی نکام بن چکی ہے۔"

"ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف ایک ہے۔" پروفیسر
عقلان نے کہا۔

"اور وہ کیا پروفیسر صاحب؟" وہ ان کی طرف مڑے۔

"نوبا کی موت۔"

"ہاں! یہ بات بالکل صحیح ہے۔۔۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔۔۔ ہم
نوبا کو موت کے گھاٹ کس طرح اتمار دیں۔۔۔ ہم نے سوچا تھا۔۔۔
خاموشی سے سرگ کے راستے میں اس کے سر پر پہنچنے کے۔۔۔ اور
اس سے تکرا جائیں گے۔۔۔ پھر جو ہو گا۔۔۔ دیکھا جائے گا۔۔۔ لیکن اب
اس تک پہنچنے کے لئے ان گنت لوگوں کا خون بھانا پڑے گا۔"

"تب پھر اس کی ایک اور صورت ہے۔" اسکلہ کامران حمزہ
بولے۔

"اور وہ کیا انکل۔۔۔ خدا کا شکر ہے۔۔۔ آپ ایک اور صورت
جاتے چلے ہیں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہم نوبا کے فوجیوں کو موقع دے دیں اور وہ ہمیں گرفتار کر
لیں۔۔۔ اس طرح وہ ہمیں ضرور نوبا کے سامنے پیش کریں گے۔ اور ہم
اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اب بھی کرنا ہو گا۔"

"تب پھر ان فوجیوں کو بے چاروں کو بے خوش کرنے کیا

ضورت تھی؟"

"اس وقت یہ ترکیب سامنے نہیں آئی تھی۔۔۔ وہ لوگ اب تک
دیش پڑے ہوں گے۔۔۔ ابھی ان کے ہوش میں آنے میں دیر گئے
کی۔۔۔ آئیے چلیں۔" محمود نے نہیں کر کھا۔

وہ فوراً واپس روانہ ہوئے اور اس جگہ پہنچے جہاں سرگ کا
روادہ اڑا پڑا تھا۔۔۔ اور فوجی بے ہوش پڑے تھے۔۔۔ یہ عام جگہ تو تھی
تھیں کہ کچھ لوگ وہاں پہنچ جاتے۔۔۔ ساتھ ایک اجازہ سایاغ تھا۔۔۔ جس
کے پارے میں مشور تھا کہ اس میں بھوت رہتے ہیں۔۔۔ اور دن میں
بھی کوئی اس باغ کا رخ نہیں کرتا تھا۔۔۔
فوجی ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔

"اب ان کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔ پروفیسر
انکل۔۔۔ یہ کب تک ہوش میں آئیں گے۔"

"چند منٹ اور۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ وہ سکراؤ یے۔"

اور آخر وہ ہوش میں آنے لگے۔۔۔ جلدی جلدی بوکھلا کر اٹھنے
لگے۔

"اپنے کپڑے جھاڑنے لگے۔۔۔ یہاں تک کہ ان کے انچارج کی
آواز سنائی دی۔"

"اف مالک۔۔۔ وہ لوگ ہمیں بے ہوش کر کے فرار ہو گئے۔۔۔

"ہم چاہتے ہیں..... آپ ہمیں گرفتار کر لیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی..... اگر خود کو گرفتار کرنا تھا تو ہمیں بے ہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" - انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے یہ پروگرام نہیں تھا..... ہم تو آپ کو یہاں بے ہوش چھوڑ دیتے تو اپنے گھر بھی چلے گئے تھے..... وہاں جانے پر پروگرام پدلا اور ہمیں بہاں واپس آتا پڑا..... خدا کا شکر ہے کہ آپ بے ہوشی کی حالت میں نکل ہمیں مل گئے۔"

"حیرت ہے۔ کمال ہے.... پتا نہیں.... آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"یہ پروگرام بھی ہے..... آپ ہمیں گرفتار کر لیں۔"

"کیا آپ جانتے ہیں..... گرفتار کرنے کے بعد ہمیں کیا حکم ہے۔" - انچارج نے مسکینی کے عالم میں کہا۔

"نہیں..... ہمیں بھلا کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔"

"تب پھر آپ گرفتاری نہ دیں۔"

"کیوں۔ یہ کیا بات ہوئی..... پہلے تو آپ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے ہری طرح بے مبنی تھے..... اب گرفتار کری نہیں رہے..... ہے مل نک۔"

"ہمیں حکم ہے..... آپ لوگوں کو گرفتار کر کے..... فوراً" چند اسے دار لوگوں کے سامنے پھانسی دے دی جائے۔ یہ پھانسی گلے میں

اب نوہا ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"یہ بت براہوا۔"

وہ لوگ ان سے قدرے فاطمے پر اوٹ میں چھپے تھے۔ اس وقت انپکٹر جشید نے پر سکون آواز میں کہا۔

"نہیں..... وہ آپ لوگوں کو کچھ نہیں کے گا۔"

وہ سب بری طرح اچھے۔ اور ان کی طرف مڑے۔ ان سب کو وہاں پہنچنے دیکھ کر ان کی آنکھیں ماربے حیرت کے پھیل گئیں۔

"یہ..... یہ..... یہ کیا؟"

"یہ..... یہ..... یہ ہم ہیں جتاب۔" - فاروق نے کہا۔

"ہم سمجھے نہیں۔"

"تو ہم سمجھائے دیتے ہیں۔ فرمائیے۔ آپ کیا سمجھتا چاہتے ہیں۔ سوائے الجرا کے۔"

"یہ سب کیا ہے..... ہمیں بے ہوش کرنے کے باوجود آپ یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں اور یہ کیا کہا۔ سوائے الجرا کے۔ یہ کیا بات ہوئی؟"

"الجرا۔ والی بات کو جانے دیں۔ پہلے یہ بات کر لیتے ہیں کہ ہم یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں۔" - انپکٹر جشید نے فاروق کو گھوڑتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کریں۔ کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟"

پہندا ڈال کر نہیں دی جائے گی... بلکہ فائزگنگ کی جائے گی۔"

"تب پھر... آپ ایسا کرنے سے کیوں گھبرا رہے ہیں... اس

طرح تو آپ نوبا کو ناراض کر دیں گے۔"

"لیکن نہ جانے کیا ہات ہے... ہم اب آپ کو گرفتار نہیں کر

چاہئے۔"

"آخر کیوں... اس کی کوئی وجہ تو ہو گی آخر۔"

"صرف اور صرف یہ کہ اگر آپ لوگ چاہتے تو باتے وقت

ہمیں قتل کر سکتے تھے۔ لیکن آپ صرف بے ہوش کر کے چلے گے۔"

"ہم بلاوجہ انسانوں کا خون نہیں بہاتے... یہ ہماری خاص عادت

ہے۔"

"بس تو پھر... آپ کی اس بات کی وجہ سے ہمیں آپ سے دل

ہدروی پیدا ہو گئی ہے۔"

"آپ خود کو مشکل میں نہ ڈالیں اور ہمیں گرفتار کر لیں۔"

"آپ عجیب ہیں... خود کو موت کے حوالے کر رہے ہیں۔"

"آپ موت نہیں ہیں... موت جب آئے گی، اسے تو ہم بھی

کوئی نہیں روک سکے گا۔"

"لیکن میں آپ کو نوبا کے سامنے ہرگز پیش نہیں کروں گا۔

اس لئے کہ ایسا کوئی حکم مجھے نہیں دیا گیا۔"

"کوئی بات نہیں... بس آپ ہمیں گرفتار کر لیں۔"

"اچھا جیسے آپ کی مرضی۔"

اور پھر وہ اپنیں ہٹکھڑیاں پہنانے لگے... تاہم ایسا کرتے ہوئے^۱
اواس تھے... حد درجے اواس... جیسے کوئی بہت ناخوش گوار کام کر
بے ہوں۔

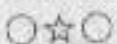
ایسے میں نوبا کا قفقہ سنائی دیا.... وہ پوچھ اٹھے.... وہ دھک سے
لگئے۔ اگر وہ اس کی آواز سن سکتے تھے تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ
بان ہونے والی بات چیخت سننا رہا تھا۔

"کیا ہوا۔ کیا دو گئے؟"

"ذرتی ہے... ہماری جوتی۔" فرزانہ نے بھلا کر کہا۔

"شاہزادے کیا کہاں میں سے کسی نے؟"

نوبا کی آواز سنائی دی... اور وہ حیرت میں ڈوب گئے۔



”آپ نے تو حکم دیا تھا... انہیں فوراً“ موت کی سزا دی جائے۔
اور ایسا چند اہم آئیسر کے سامنے کیا جائے۔“

”اب میرے سامنے ایوان صدر میں ایسا کیا جائے گا۔“

”آپ... سر آپ ایوان صدر میں موجود ہیں۔“ شاہد مرزا نے
چونکہ کہا۔

”تم انہیں لے آؤ بس۔“

اس کے بعد اس کی آواز نہ سنائی دی۔

”لیجھے۔ آپ کا منکہ تو ہو گیا حل... آپ نوبا کے سامنے جانا
چاہئے تھے۔ اور اس نے خود تمہاری خواہش پوری کر دی۔“
”ٹکریے۔“ وہ مکرائے۔

”میرا ٹکریہ کس بات کا۔ آپ ٹکریہ ادا کیجئے گا مسٹر نوبا کا۔“

”جب اس کے سامنے جائیں گے۔ تو اس کا کریں گے۔“

”چلیں پھر... آپ تو گئے کام سے۔“

”کیا کہا۔ ہم تو گئے کام سے۔ وہ کیسے؟“

”آپ اب ہیں لکھنی دیر کے مہمان۔“

”یہ اللہ کو پتا ہے۔“

”اور نوبا کو بھی۔“ اس نے فوراً کہا۔

”تینیں۔ نوبا کو نہیں پتا۔“ فاروق مکرایا۔

”یہ کیسے کہ دیا آپ نے۔“ شاہد مرزا چونکا۔

حیرت

بات حیرت کی تھی... نوبان سے پوچھ رہا تھا... کیا کہا ان میں
سے کسی نے... اس کا عاصف مطلب یہ تھا، وہ اس وقت تک یہ کہ فرز
بات چیخت سنا رہا تھا۔ اور اس سے اندازہ لگاتا رہا تھا کہ ان کی طرف
سے کیا کہا جا رہا ہے۔ گویا وہ ان کی آوازیں نہیں سن رہا تھا۔
انہیں اس وقت اپنے اس بیاس کی لہیثہ کا اندازہ ہوا۔... لیکن
یہ اس سے کہیں زیادہ مقیدی فہمیت ہوا تھا۔ جتنا کہ انہوں نے اندازہ
لگایا تھا.... ان کا اندازہ صرف اتنا تھا کہ اس بیاس کی مدد سے وہ نوبا کا
اس طاقت سے بچ جائیں گے.... جو یہ جان لگتی ہے۔ وہ کہاں ہیں...
یا کل کیا کریں گے.... لیکن اب معلوم ہوا.... ان کی وجہ سے وہ ان کی
آوازیں بھی نہیں سن سکتا تھا۔

”انہوں نے کہا ہے۔ جلتی ہے۔ ہماری جوتی۔“

”چھا! یہ بات ہے۔ انہیں ایوان صدر لے آؤ۔“

”بھی... کہاں لے آؤں۔“

”اوچا سنتے ہو۔ ایوان صدر لے آؤ۔“

”ہرچیز کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔“

”ب پھر نوباکل ہونے والے واقعات کے بارے میں آج کیسے
ہتا دیتا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں.... اب بڑی بڑی طاقتیں اس
سے معاوٹہ ادا کر کے معلومات حاصل کرتی ہیں۔ کل ہونے والے با
ایک ماہ بعد ہونے والے واقعات معلوم کرتی ہیں.... اور اس طرح“
اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دوست مدد انسان ہن پکا ہے۔“

”اس کا ہمیں اندازہ ہے۔ لیکن اسے ہربات کا علم نہیں، اس
کا ثبوت یہ ہے کہ ابھی اس نے آپ سے پوچھا تھا.... کیا کما انہوں
نے.... یعنی وہ ہماری آواز نہیں سن کا تھا.... اور اپنے نوبا سے
پوچھو۔ کہ ہماری موت کا وقت کیا ہے.... ابھی معلوم ہو جائے گا۔
وہ پتا بلکا ہے یا نہیں۔“

”مسٹرنوبا۔ آپ سن رہے ہیں۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو شاہزادا۔“

”یہ پوچھ رہے ہیں.... ان کی موت کا وقت کیا ہے۔“

”آج شام تھیک چار بجے یہ سب مر جائیں گے۔ میرے جلا
ان کی گرد نہیں اڑا دیں۔“ گولیوں سے بلاک کرنے میں مڑا جائیں ہے۔

”تماروں سے سر قلم کیے جائیں گے۔“

”آپ نے سنای۔ مسٹرنوبا نے کیا کہا ہے۔“

”ہاں! من چکے ہیں۔ اس لئے کہ نوبا کی طرح ہم بھرے نہیں۔“

ہیں۔“

”کیا کہا۔ مسٹرنوبا اور بھرے؟“ وہ چوٹ کل۔

”ہاں تو اور کیا۔ کیا وہ ہماری آواز سن سکا ہے.... اس سے
کوئی۔ ہماری آوازیں سن کر دکھائے۔ اگر اس میں کوئی طاقت ہے۔“

”مسٹرنوبا۔ آپ نے سویں کیا کہ رہے ہیں؟“

”شیں.... میں نہیں سن سکا۔“

”میں تو ان کا سوال ہے۔ آخر آپ کیوں کیوں نہیں سن سکتے۔“

”تم ان کے ساتھ اپنا داعی خراب نہ کرو۔ اپسیں ایوان صدر
لے آؤ۔ درست تمہارا بھی وہی انجام ہو گا۔ جو ان کا ہونے والا
ہے۔“

”عن نہیں.... شیں سر۔“

”تو پھر روانہ ہو جاؤ۔“

”میں انہیں لے کر آ رہا ہوں سر۔“ اس نے کاپ کر کہا۔

آواز بند ہو گئی۔

”سنا آپ نے۔“

”ہاں سنائیں۔ اب تو آپ کو یقین آ گیا۔“ وہ سب کچھ نہیں
جانتا۔ وہ تو ہماری آوازیں تک نہیں سن سکا۔“

”آخر یہ کیسے ملکن ہے.... یہ آپ کیسے کر لیتے ہیں؟“

”اللہ تعالیٰ کی مریانی سے۔ جب بھی کوئی ایسا شیطانی قدر پیدا

ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کام لیتے ہیں۔“
”کیا کیا... شیطانی قند۔“

”ہاں! یہ شیطانی قند ہے۔ نوبा شیطانوں سے کام لیتا ہے۔
لیکن شیطان اسے ہربات کی خبر نہیں دے سکتے۔ بس صرف شیطان
کاموں کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ مثلاً“ بہا۔۔۔ اب جو شیطانی کام
ہے۔ رحمانی نہیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ جوئے کی خبروں کو نہیں پہنچاتے۔
شیطان ان خبروں کو لے اؤتے ہیں۔ اور نوبा بھی لوگوں کو بتا دیتے
ہیں۔۔۔ کہ کل یہ ہو گا۔۔۔ فلاں گھوڑا جیتے گا۔۔۔ فلاں ٹھم ٹھج بار جائے
گی۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔“

”لیکن جتاب۔۔۔ آپ نے شاید غور نہیں کیا۔“۔ شاہزادہ حمزہ
کے عالم میں بولا۔

”کس بات پر؟“

”اس بات پر کہ کہ وہ تو ایک ایک لمحے کی فلم دکھادیتے ہیں۔۔۔
کل ہونے والا تھج آج نی دی پر مکمل دکھادیتے ہیں۔۔۔ اور اگلے دن تھج
پاکل اسی طرح ہوتا ہے۔“

”ہاں! اس بات پر ہم اب تک جیران ہیں کہ۔۔۔ شیطان اس تدر
مکمل معلومات کس طرح اسے دے دیتے ہیں اور اس سے بھی ہوہ کر
یہ کہ ان کی فلم کیسے تیار ہو جاتی ہے۔“

”بس تو پھر۔۔۔ ابھی آپ مشر توبا کی طاقت کو نہیں سمجھ سکے۔۔۔

اور وہ آپ کو جیونگی کی طرح مسلسل دے گا اب۔“

”پرونا نہیں۔۔۔ تم جیسے سر پھرے اور پیدا ہو جائیں گے۔۔۔ جو
نوبا سے تکرا جائیں گے۔۔۔ اور سب سے ہوہ کریے کہ آخر نوبا کو بھی تو
موت آئے گی۔۔۔ دنیا میں کوئی انسان بھی یہیش تو نہیں رہ سکتا۔۔۔ آخر
ایک دن اسے مرنا ہو گا۔“

”اب میرا داعی مزید آپ کی باتیں نہیں سن سکتا۔“

”تو پھر ہمیں ایوان صدر لے چلیں۔“

۔ اور وہ اٹھیں ایوان صدر لے آیا۔

”انہیں صدر کے کمرے میں پہنچایا جائے گا۔“۔ ایوان صدر کے
 دروازے پر موجود عملے نہ بتایا۔

”اوہ اچھا۔“

وہ سکرا دیے۔۔۔ پھر انہیں صدر کے کمرے میں لاایا گیا۔۔۔ اندر
صدر موجود تھے۔۔۔

”تو یہ لوگ آگئے۔“۔ اب انہوں نے صدر کی آواز سنی۔

”ہاں مشر توبا۔۔۔ اپنکل جہشید مکرانے۔۔۔

”کہ سکتے ہو۔۔۔ اسی لئے میں نے جھیس یہاں اپنے کمرے میں
ہالیا۔۔۔ اب یہاں میرے اور تم لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔۔۔
ہماری آوازیں بھی باہر نہیں جائیں گی۔۔۔ لہذا تم کھل کر بات کرو۔“

”بہت بہتر مشر توبا۔۔۔ آپ نے اتنی اجازت تو دی۔۔۔ ہمارا پہلا

سوال یہ ہے کہ آپ یہ کس طرح کر لیتے ہیں... کل کی باتیں کس طرح دیکھ لیتے ہیں.... بلکہ ان کی قلم تک کس طرح ہاتھ لیتے ہیں"-

"آپ نے اس بارے میں اب تک کیا اندازے لگائے ہیں"-

"یہ کہ آپ شیطانوں سے کام لیتے ہیں"-

"اچھا... اور کچھ"- وہ سکرایا۔

"اور یہ کہ پروفیسر شیبان نے کوئی تجربہ کیا تھا... یہ سارا کھلیل اس تجربے کی وجہ سے ہے"-

"اچھا... اور کچھ"- وہ ہنسا۔

"اور کچھ نہیں... اب آپ بتا دیں"-

"بس یہی ایک بات ہے... جس کا جواب میں نہیں دے سکتا"-

"کیا آپ مجھ سے ہاتھ ملانا پسند کریں گیا"- پروفیسر داؤنے اچانک کہا۔

نویا نے چونک کران کی طرف دیکھا... پھر بولا۔

"آپ مجھ سے ہاتھ کیوں ملانا چاہتے ہیں... یہ جاننے کے لئے کہ میں انسان ہوں بھی یا نہیں"-

"ہاں! شاید میں یہی اندازہ لگانا چاہتا ہوں"-

"یہ لیں... ملا لیں مجھ سے ہاتھ... آج آپ تو گوں کے تمام اندازے لخلط ہونے کا ورن ہے... اور ساتھ ہی آج آپ کی موت کا بھی

دن ہے"-

"اللہ مالک ہے"-

اب انہوں نے نوبا کا ہاتھ تھام لایا... اور اس کو نری سے دیا کر رکھا... وہ ہاتھ انہیں عجیب سا لگا... تاہم وہ تھا گوشت اور پوسٹ کا تھا... ہاتھ اور الگبیوں کی بناوٹ بھی ان جیسی ہی تھی... اس کے باوجود انہیں یوں لگا جیسے یہ ہاتھ ان کی دنیا کے انہوں کا نہ ہو۔

"یہ ہاتھ... اگرچہ انسانی ہاتھ ہے۔ لیکن لگتا ہے۔ کسی

"دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ ہے"- پروفیسر بولے۔

"جی... کیا کہا۔ دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ"- وہ ایک ساتھ

بولے۔

"ہاں.... کسی دوسری دنیا کے انسان کا ہاتھ"-

"تنہ نہیں"- نوبا چلا اخراج۔

اس کے چلانے پر وہ چونک اٹھے... انہوں نے جلدی سے نوبا کی طرف دیکھا... اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار تھے... اور اس حیرت میں خوف بھی شامل تھا... انہیں یہ دیکھ کر ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا... ایسے میں اس کے من سے لکا۔

"میں آپ کو اب اپنا اصل روپ دکھاتی دوں"-

"جیا کہا۔ اصل روپ... وہ تو تم جانتے ہیں۔ صدر صاحب کا روپ آپ کا اپنا روپ نہیں ہے، آپ کا اپنا روپ تو وہ روپ

ہے... جس میں آپ ہو ٹل میں ہینہ جلد سے ملے تھے۔ اپنے جشید
بولے۔

”آپ غلط سمجھے... میرا اصل روپ وہ بھی نہیں تھا۔ اصل
روپ صرف اور صرف آپ لوگ دیکھیں گے۔ وہ بھی آج.... آخری
بار۔“

”دکھنیں پھر۔“

”وزرا آپ لوگ آنکھیں بند کر لیں۔“

”نہیں۔ اس طرح آپ کوئی چال چل جائیں گے۔“

”ایسی کوئی بات نہیں۔ میں آپ لوگوں سے چال کیوں چلوں
گا۔ آپ کی موت کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ آپ لوگ اس کرنے
سے اب زندہ نہیں نکل سکتے۔ یقین نہیں تو اس کرنے کے
دو روزوں اور کھڑکیوں کو کھول کر، رکھ لیں۔ کیا آپ ان کو کھول سکتے
ہیں۔ جب کہ یہ اندر سے بند ہیں۔ نہ ان کو باہر سے بند کیا گیا
ہے۔ یقین نہیں تو باہر موجود نگر نوں سے پوچھ لیں۔“

”کیسے پوچھ لیں۔ جب۔ یہاں کی آواز باہر سی ہی نہیں جا
سکتی۔“

”میں یہ بہن دیا رہا ہوں۔ اس کے بعد باہر کی آواز اندر اور
اندر کی باہر جا سکتی ہے۔“

”اوہ اچھا۔“

اس نے بہن دیا۔

”باہر موجود نگران صاحبان۔ کیا صدر صاحب کے کرنے کے
دو اوازے باہر سے بند ہیں؟“ اپنے جشید نے بلند آواز میں پوچھا۔
”آپ اس قدر بلند آواز میں کیوں بات کر رہے ہیں۔ ہم
بھرے نہیں۔“ باہر سے ناخوش گوار آواز میں کہا گیا۔

وہ دھک سے رہ گئے۔ اب ان صدر کے تمام نگران تو ان کا دل
سے احترام کرتے تھے۔ اس کا مطلب تھا۔ تو بات یا تو ان سب کو
تبديل کر دیا تھا۔ یا پھر ان کے دماغ بدل کر دکھ دیے تھے۔
”سوال کا جواب دیں۔“ اپنے جشید نے سرد آواز میں کہا۔
”دو اوازے باہر سے بالکل کھلے ہیں۔ آپ اندر سے کھول کر
لے گئے لیں۔“ جواب ملا۔
اپنے جشید نے سوالیہ آواز میں تو بات کی طرف دیکھا۔

”میں یہ دروازہ اندر سے کھول دتا ہوں۔ آپ خاموشی سے
اس کو کھول کر چیک کر لیں۔ یہ کہنے سے پہلے اس نے بہن پھر آف
کر دیا تھا تاکہ آوازیں باہر سی نہ جاسکیں۔“

”اچھا۔“ وہ بولے اور دروازہ کھول دیا۔ وہ کھل گیا۔ باہر
نگران موجود تھے۔ انہوں نے اپنے جشید کو دیکھ کر براسانت بنا لیا۔
بھرا یک نوبات سے پوچھا۔

”اب آپ کب حکم دیں۔ نے ان کی موت کا۔“

"ان کی موت میرے انتھوں ہوگی..... تم لوگوں کو صرف لاشیں دی جائیں گی۔" - نوبا پشا۔

"چلنے یونہی سی۔" - وہ نہے۔

"انپکڑ جمیل دروازہ بند کر دو۔"

وہ دروازہ بند کر کے ان کی طرف مڑے۔

"اب اگر میرا اصل روپ دیکھنا ہے ہے تو آنکھیں بند کر لیں۔" ورنہ میں اپنا کام شروع کرتا ہوں۔"

"کون سا کام؟"

"موت کا کام۔"

"موت کا کام اور آپ کریں گے۔ یہ کیسے مکن ہے۔"

"بس۔۔۔ میں کروں گا۔۔۔ مرنے سے پہلے آپ کو احساس ہو جائے گا۔"

"اچھی بات ہے۔۔۔ دیکھ لیتے ہیں۔۔۔ آپ کا اصل روپ۔۔۔ یہ میں کر لیں ہم نے آنکھیں بند۔"

"لیکن شرط ایک ہے۔۔۔ آپ لوگ ذرا سی بھی آنکھیں نہیں کھولیں گے۔ اگر کھولیں۔۔۔ تو پھر میرا اصل روپ آپ کو نظر نہیں آئے گا۔۔۔ اصل روپ اسی صورت میں نظر آئے گا۔۔۔ جب آپ میں سے ہر ایک مکمل طور پر آنکھیں بند کرے۔۔۔ صرف تین سیکنڈ کے لئے۔۔۔ یہ کوئی اتنا زیادہ وقت نہیں ہے۔۔۔ آسان کام ہے۔"

"اوے کے ہم نے تم سیکنڈ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔ پایا کرنا ہے۔" - انپکڑ جمیل نے جل کر کہا۔

"انتظار۔۔۔ تم سیکنڈ کا انتظار۔"

"اچھا۔۔۔ وہ پوٹے۔"

اب ان سب کی آنکھیں بند تھیں۔۔۔ مکمل طور پر بند۔۔۔ پھر ان نے اندازے کے مطابق تم سیکنڈ گزر گئے۔

"مسٹر نوبال۔۔۔ تم سیکنڈ گزر گئے۔۔۔ کیا ہم آنکھیں کھول دیں؟"

جواب میں اسیں نوبا کی آواز سنائی ت دی۔

"مسٹر نوبال۔۔۔ آپ نے جواب نہیں دیا۔" - انپکڑ کا مرمان مرزا بے نی ہو گئے۔

اب بھی جواب نہ ملا۔۔۔ آخر انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔۔۔ اپنے دھنک سے رہ گھنے کرے میں نوبا نہیں تھا۔

"مسٹر نوبال۔۔۔ آپ کماں ہیں۔۔۔ ہمیں آواز دیں۔۔۔ ہم یاد کرتے نہ۔۔۔ فاروق نے گلگانے کے انداز میں روشنی آواز میں کہا۔

وہ ہنس پڑے۔۔۔ پھر انہوں نے پورے کرے اور ساتھ میں باخواد فیروز کا اچھی طرح جائزہ لیا۔۔۔ نوبا وہاں نہیں تھا۔

"لیجنے صدر ساحب۔۔۔ نوبا آپ کی سیٹ خالی کر گیا۔" - انپکڑ بڑ سکرائے۔

"یہ۔۔۔ یہ کیسے مکن ہے۔۔۔ اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت

تھی؟"

"اے اپنی ٹکٹ صاف نظر آ رہی تھی۔ ایسا اس نے اپنی جان بچانے کے لئے کیا.... وہ ہمیں ختم کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ بلکہ ہم اسے ختم کر دیتے۔ لہذا اس نے فرار ہونے کی سوچی۔"۔ اپنے جشید نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن کیسے... دروازے جوں کے توں بند ہیں.... ہم نے کوئی دروازہ کھلنے کی آواز نہیں سنی۔"

"ہاں! لیکن اب یاد کریں۔ پروفیسر صاحب وہ جب آپ کی تجوہ گاہ میں تھا۔ ہم نے اس کی آواز سنی تھی۔ لیکن جب ہم اندر داخل ہوئے تھے۔ تو وہ غائب تھا۔ اسی طرح وہ اس سہی میں غالب ہو گیا تھا۔ ایک دو اور ہنگوں سے وہ اسی طرح غائب ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے۔ وہ جسم رکھتا ہے۔ لیکن جسم سمیت جس جگہ سے چاہتا ہے۔ غائب ہو جاتا ہے۔"

"نہ نہیں۔ نہیں۔" وہ سب چلا۔



بھاری غلطی

"وہ سب کتنے کے عالم میں نہ جانے کتنی دیر بیٹھے رہے۔۔۔ چھٹیں سے ایک دوسرے پر نظریں جانتے رہے۔۔۔ یوں جیسے وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں۔" "آخر یہ کیسے ملکن ہے؟" پھر پروفیسر داؤڈ کے ہونت ہلے۔ "انسان کے ہر ہوں میں تبدل ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ کے واقعات ہمارے علم میں ہیں۔۔۔ لہذا اس پر زیادہ حیران ہونا چاہیے۔ زیادہ حیرت کی بات صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اسی نوبیا کا ہاتھ اس دنیا کے انسانوں جیسا نہیں ہے۔"

"تب پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ وہ کسی دوسری دنیا کا انسان۔۔۔ پروفیسر عقلان نے کامپنی آواز میں کہا۔

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہ سکتا۔۔۔ ہو سکتا ہے، اس نے لایا کہ اپنا ہاتھ ایسا بنا رکھا ہو۔۔۔ تاکہ ہاتھ مانے والے یا دیکھنے والے اس دنیا کا انسان خیال نہ کریں۔۔۔ آخر دو اس پوری دنیا پر

حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔“
”پوری دنیا پر تو ایک طرح سے اس کی حکومت قائم ہو چکی
ہے.... تمام ملکوں کے طاقت ور ترین لوگ اس سے خوف کھاتے
ہیں۔“

”ہاں! لیکن وہ ہم سے خوف کھارہا ہے.... آخر کیوں؟“
”یہ بات واقعی بہت عجیب ہے.... لیکن اس عجیب ترین بات پر
غور ہم پھر کر لیں گے.... پسلے ایوان صدر کا مسئلہ حل کریں۔“
”یہاں کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اصل صدر ہمارے ساتھ
 موجود ہیں.... آپ اپنا میک اپ اتار دیں۔ اور ہماروں سے کہیں
 دروازے کھولوں دیں۔ تو پانے ذہنوں پر جو قبضہ جمالیا تھا۔ اس کا اثر
 بہت تیزی سے راکل ہو جائے گا۔ بلکہ اس کا اثر ہم اسی وقت دیکھ
 لیں گے۔“

”اجھی بات ہے۔ میں کھلواتا ہوں دروازہ۔“

یہ کر پسلے تو انسوں نے وہ ہیں آن کیا۔۔۔ جس سے وہ ان کی
آواز سن سکتے تھے۔۔۔ پھر پولے۔

”دروازہ کھولوں دیں۔“

”سریں... دروازے تو پسلے ہی باہر سے بند نہیں ہیں۔“ باہر سے
 کما گیا۔
”اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے۔“ صدر مکرانے۔

انپکڑ جشید آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا۔ باہر موجود ہگران
بہت زدہ نظر آئے۔

”کیوں! آپ لوگ کس بات پر جیران ہیں؟“

”آپ کب آئے۔ ہمیں پتا ہی نہیں چلا۔“ وہ بولا۔

”آپ کا مطلب ہے.... ہم لوگ؟“ انپکڑ جشید نے سینے پر ہاتھ
لکھ کر پوچھا۔

”جی ہاں! آپ لوگ کب آئے؟“

”اس کا مطلب ہے۔ آپ پوری طرح چوکس ہو کر گرانی
نہیں کرتے۔“ انپکڑ جشید نے سرد آواز میں کہا۔

”عن نہیں۔۔۔ سر۔۔۔ یہ بات نہیں۔۔۔ ہم جیران ہیں۔۔۔ ہمیں
آپ کے آئے اور اندر واپس ہونے کا پا کیوں نہیں چلا۔۔۔ کیا آپ
ان کل جادو سیکھ رہے ہیں۔۔۔ یا سیکھ پکے ہیں؟“

”جادو ہرام ہے۔“ وہ مکرانے۔

”تیس پھر یہ کیا ہے۔ ہمیں کیوں اندازہ نہیں ہوا۔“

”پھر کسی وقت وضاحت کریں گے۔۔۔ انہوں نے کہا۔

پھر وہ صدر سے اجازت لے کر جانے کے لئے ہڑے۔

”لیکن جشید۔۔۔ اب میں کیا کروں؟“

”نوبا کی وجہ سے ہمارا ملک حد درجے دولت مند ہو گیا۔۔۔ نوبا کی
لہوئی دولت بھی ایوان صدر کے لاکرذ میں موجود ملے گی۔۔۔ کیونکہ

وہ جاتے وقت دولت ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ اس کا جسم نہیں میں تبدیل ہو سکتا ہے..... وہ اپنے ساتھ دولت کو نہیں میں تبدیل کر سکتے۔ وہ پانی میں سے اپنی طاقت کو نہیں گوار سکتا۔ اور اگر وہ ہم پر انہوں نیوں سے حملہ کرتا تو ہم اس کا کچور نکال دیتے۔"

"اوہ.... اوہ۔" - صدر بولے۔

"لہذا اس نے سوچا، فرار ہونے میں ہی اس کی بھرتی ہے۔"

"لیکن وہ کہاں کیا ہو گا؟"

"یہ سچھا پڑے گا اور دیکھنا پڑے گا اور یہ ہمارا کام ہے۔ ہم نہیں گے، آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اوکے۔" - وہ بولے۔

پھر وہ ایوان صدر سے نکل آئے۔ مگر انہوں نے معقول کے قابل نہیں سلام کیا تھا۔ اب ان میں تختی والی ایک عالمت بھی نظر نہ آ رہی تھی۔

راستے میں بھی وہ یہی محسوں کرتے رہے کہ نوبا کا اثر بالکل ختم ہتا ہے۔

"یہ تو کمال ہو گیا جمیشید۔ یعنی جس شخص کو ہم مقابل تجھے ہم سب کے جسم پر جو لباس ہیں۔۔۔ وہ پانی سے تیار کیے گئے ہیں۔"

"آپ یہ لباس اتار دیں۔۔۔ اس کے بعد دیکھیں اس کی ہو سکتے ہیں۔" - صدر و حکم سے رہ گئے۔

"باریک ترین پلاسٹک کی دوہری = کے سلے ہوئے لباس ہیں اور ان کے درمیان پانی کی بھلی سی = اسے ناکام بنانے کے لئے کافی ہو گئے۔ وہ پانی میں سے اپنی طاقت کو نہیں گوار سکتا۔ اور اگر وہ ہم پر انہوں نیوں سے حملہ کرتا تو ہم اس کا کچور نکال دیتے۔"

"اوہ.... اوہ۔" - صدر بولے۔

"لہذا اس نے سوچا، فرار ہونے میں ہی اس کی بھرتی ہے۔"

"لیکن وہ کہاں کیا ہو گا؟"

"یہ سچھا پڑے گا اور دیکھنا پڑے گا اور یہ ہمارا کام ہے۔ ہم نہیں گے، آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اوکے۔" - وہ بولے۔

پھر وہ ایوان صدر سے نکل آئے۔ مگر انہوں نے معقول کے قابل نہیں سلام کیا تھا۔ اب ان میں تختی والی ایک عالمت بھی نظر نہ آ رہی تھی۔

راستے میں بھی وہ یہی محسوں کرتے رہے کہ نوبا کا اثر بالکل ختم ہتا ہے۔

"یہ تو کمال ہو گیا جمیشید۔ یعنی جس شخص کو ہم مقابل تجھے ہم سب کے جسم پر جو لباس ہیں۔۔۔ وہ پانی سے تیار کیے گئے ہیں۔"

"کیا... پانی سے تیار کیے گئے ہیں۔۔۔ بھلا پانی کے بھی لباس تیار ہیں۔"

"آپ یہ لباس اتار دیں۔۔۔ اس کے بعد دیکھیں اس کی ہو سکتے ہیں۔" - صدر و حکم سے رہ گئے۔

سکرائے۔

"اوہ..... اس کا مطلب ہے..... وہ صرف اور صرف اس بیاس کی وجہ سے بھانگنے پر مجبور ہو گیا۔"
"ہاں! اس لئے کہ اس کی موجودگی میں، وہ ہم پر قبوپانے کے قابل نہیں تھا۔"

"تب پھر اس نے ہمیں ان فوجیوں کے ذریعے اپنے پاس کیسے بلوای تھا؟"

"اس وقت تک اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ہم نے کس ہم کے بیاس پین رکھے ہیں۔"

"اوہ اچھا..... لیکن بہر حال یہ ہو گیا کمال۔"
"بس! یہ سب اللہ کی صربانیاں ہے۔"

"تامم..... یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے۔ وہ ہماری دنیا کا یہ اس کی حد تک سمجھیدہ ہو کر کہ رہا ہوں..... گوا ایک سوال پوچھنے بخیر انسان ہے..... یا کسی دوسری دنیا کا۔"

"اس کا اور ہمارا مقابلہ ابھی ہوتا ہے۔ وہ ایسے ہی فراہمیں اس وقت تک وہ گھر کے دروازے پر پہنچ پکے تھے۔ لہذا ہو گا۔"

"لکھ کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ پوچھے۔
"وہ پھر حملہ آور ہو گا۔ فی الحال ہمارا علاج سوچنے کی فرضی کام ہو گئی۔ یہ تو فی دروازہ کھلا ہا تھا۔
اندر یہ کام جمیشہ موجود نہیں تھیں۔ سے غائب ہوا ہے۔"

"ارے باپ رے..... میں تو سمجھ رہا تھا۔ اس کا کہاں انک اف مالک۔ یہی ہم سے بھاری غلطی ہو گئی۔ یہ کم کے لیے

لیا۔"

"نمیں سے اب وہ پوری طاقت سے حملہ آور ہو گا۔ یہ اور کہ ہے کہ ہم اسے حملت نہیں دیں گے۔"

"وہ کیسے؟" پروفسر وادی بولے۔

فاروق، آفتاب اور نکعن فوری طور پر اس کی ٹالاٹ میں روانہ قابل نہیں تھا۔"

"یہ آپ نے کیا کہا۔" فاروق بوكھلا گیا۔

دوسرے سکرا دیے۔

"ہم جس تقدر جلد اسے ٹالاٹ کر لیں گے.... اسی تقدر ہمارے

ذمہ بتر ہو جائے گا۔ بلکہ ہمارے حق میں نہیں۔ ہمارے پورے

لکھ کے حق میں.... بلکہ پوری دنیا کے حق میں۔ اور یہ پات میں

"تامم..... یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے۔ وہ ہماری دنیا کا یہ اس کی حد تک سمجھیدہ ہو کر کہ رہا ہوں..... گوا ایک سوال پوچھنے بخیر

انسان ہے..... یا کسی دوسری دنیا کا۔"

"اس کا اور ہمارا مقابلہ ابھی ہوتا ہے۔ وہ ایسے ہی فراہمیں اس وقت تک وہ گھر کے دروازے پر پہنچ پکے تھے۔ لہذا

ہو گا۔"

"لکھ کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ پوچھے۔

"وہ پھر حملہ آور ہو گا۔ فی الحال ہمارا علاج سوچنے کی فرضی کام ہو گئی۔ یہ تو فی دروازہ کھلا ہا تھا۔

اندر یہ کام جمیشہ موجود نہیں تھیں۔

"ارے باپ رے..... میں تو سمجھ رہا تھا۔ اس کا کہاں انک اف مالک۔ یہی ہم سے بھاری غلطی ہو گئی۔ یہ کم کے لیے

یہ خاص بس تیار نہیں کر دیا..... وہ انہیں انخواکر کے لے گیا..... گواہ
اب وہ اس کے قبضے میں ہے.... اور ان کے ذریعے ہمیں بیک سل
کرے گا۔"

"یہ اس نے گھٹایا وار کیا ہے.... کیا تمہیں اندازہ ہے جیشیت.....
وہ کہاں ہو گا؟" خان رحمان نے طیش میں آ کر کہا۔
"اگر اندازہ ہوتا تھا..... تو ان تینوں کو کیوں بھیجتا۔ ہم سب روانہ
ہوتے پھر تو۔"

"اف مالک۔ اب.... اب ہم کیا کریں؟"
"ہم بھی اس کی تلاش میں نہ لختے ہیں.... ان تینوں سے موبائل پر
رابطہ رکھیں گے۔"

"بہت خوب۔"

وہ افراتغیری کی حالت میں خان رحمان کی بڑی گاڑی میں روانہ
ہوئے۔ ان کے ماغ بھائیں بھائیں کر رہے تھے۔ اور انہیں پتو
بھائی نہیں دے رہا تھا کہ اس کی تلاش میں کمال جائیں۔ ایسے میا
فرزاد نے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ وہ گرفتار کرنے پر رابطہ کرے۔ لہذا کیوں نہ
ہم آنٹی شیرازی کی ذیولی لگا دیں۔ وہ اس سے بات کر لیں گی اور ہم
فون کر دیں گی۔"

"یہ نہیک رہے گا۔ ویسے تو اس بات کا ذریعہ امکان نہ کر

نیا کو ہمارے موبائل نمبر بھی معلوم ہوں گے۔"
تب بھی اگر ہم یہاں آئیں کو چھوڑ جاتے ہیں۔۔۔ اس میں کوئی
رج نہیں۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بیکم شیرازی کو سمجھا کر گھر سے روانہ ہو
گئے۔۔۔ ابھی چند منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ بیکم شیرازی کا فون
انہیں ملا۔۔۔ وہ کہ رہی تھیں۔

"نوبانے فون کیا تھا۔۔۔ اس نے کہا ہے۔ اگر آپ لوگ سب
کے سب اپنی خیریت چاہتے ہیں تو میری طرف کا رخ نہ کریں۔۔۔ مجھے
ٹالش کرنے کی کوشش نہ کریں۔۔۔ ورنہ بیکم جیشیت۔۔۔ آپ کو زندہ
نہیں ملیں گی۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ وہ بولے۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"آپ ابھی تینیں آرام کریں۔۔۔ ہو سکتا ہے، پھر اس کا فون
آئے۔۔۔ آپ ہماری طرف سے اس سے کہ دیں کہ اس معاملے میں وہ
یہ راست ہم سے بات کر لے۔۔۔ آپ ہمارے موبائل نمبر سے بتا
یں۔"

"اچھی بات ہے۔"

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے ہی تھے کہ ایک بار پھر فون
کی تھنٹی بیجی۔۔۔ اس پار دوسری طرف سے فاروق کی آواز سنائی گئی۔۔۔ وہ

کے رہا تھا۔

"ہم نے اسے ٹلاش کر لیا ہے اب ایجادن۔ آپ فوراً۔" اس کے ساتھ ہی فاروق کی آواز کا گاہت گیا۔ اسکر جیہے پبلو بیلو کرتے رہ گئے۔ لیکن پھر انہیں فاروق کی آواز سنائی تھی۔ اور نہ فون بند کیا گیا۔ اب تو وہ بڑی طرح ہے جیجن ہو گئے۔

"فاروق، آفتاب اور مکحن اس تک بخچ گئے ہیں۔ لیکن اس کے بھتے میں بھی آگئے ہیں۔" وہ بولے۔ "لیکن ایجادن کیسے۔ اس لباس میں ہوتے ہوئے، وہ ہمارے ڈراف بھلا کیا کر سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں! یہ بات بھی غور طلب ہے۔ لیکن ظاہر ہے اس غرض کے لئے اس نے کچھ تو کیا ہو گا۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟" "ہم۔۔۔ فرزانہ بتائے گی۔"

"ہم۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔" فرزانہ ہکلائی۔ "صرف تم نہیں۔۔۔ فرحت اور رفت بھی اپنے دماغ پر نور دو۔۔۔ جلدی۔" وہ چلا گئے۔

امروں نے دماغ پر نور دیا۔ اور پھر اچانک رفت بہت نور سے اچلی۔ اس کی آنکھیں مارے جیہت کے پھیل گئیں۔

"کیا ہوا۔۔۔ خیر تو ہے۔"

"میں نے جان لیا۔۔۔ وہ کمال ہے۔" اس نے چند باتی آواز میں کمل

"تمہارا مطلب ہے۔۔۔ قیبا۔"

"ہاں! نوبات۔۔۔ جمال نوبات ہے،" وہیں اسی جان اور فاروق وغیرہ ایسا۔

"اور یہ سب کمال ہیں اور یہ تم نے اس قدر جلد کیے جان لیا؟" فرزانہ نے اسے گھوڑا۔

"میں نے صرف ایک بات پر غور کیا تھا کہ اس قدر جلد فاروق زور اس تک کیسے بخچ گئے۔ جو نبی میں نے اس پر غور کیا۔۔۔ میرے بٹے کمال۔۔۔ وہ پروفیسر شیبان کے جگل والے نحکانے پر میں گے۔" "ہی!!!"

وہ ایک ساتھ چلا گئے۔۔۔ پھر وہ بے تحاشہ اس طرف دوڑ پڑے۔



سب سے بڑا مستیار

”سوال یہ ہے کہ ان لباسوں کے ہوتے ہوئے... تو یا نہ ہیں
قاپو کیسے پالیا؟“ فرزانہ بولی۔

”اس پر مجھے حیرت ہے۔ ایوان صدر سے تو وہ بھیل ٹیکی بن کر
بھاگا تھا۔ اب وہاں پہنچ کر شیر کیسے بن گیا؟“ فرشت نے جواب دیا۔

”بھیل میں جو چلا گیا۔“ رفعت سکرا لی۔
”نہیں۔ اس نے کوئی چال چلی ہے۔ اور ہمیں اس چال سے
پہنچا ہوا گا۔“ ورنہ ہم سب بھی اس کے قابو میں ہوں گے۔ اور پھر وہ

ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ یہ نہ جانتے ہی ہیں۔“ اسپلکھ جشید
نے جلدی جلدی کہا۔

”اور مجھے غاروق، آفتاب اور مکون کا خیال ستا رہا ہے۔“
ذخیر شیان کا مکان ہے۔

آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

”یہ تینوں بھی عجیب ہیں۔ سوچا نہ سمجھا۔ سیدھے اس کے
تمکانے پر پہنچ گئے۔“ محمود نے جمل کر کہا۔

”تو اور کیا کرتے؟“ خان رحمان پنھے۔

”اگر انسیں یہ بات سوجھ ہی گئی تھی کہ تو یا کہاں ہے۔۔۔ تو ہمیں
اطلاع دیتے۔“ پروفیسر داؤڈ نے کہا۔

”اس طرح ہیرو بختے کا کام نہ ہو چکا۔“

”اور اب چیزیں ہیرو دہ بنتے ہوئے ہیں۔۔۔ وہ وہی جانتے ہیں۔“

”ہاں واقعی۔۔۔ تو یا سے کسی ہمدردی کی امید تو رکھی نہیں جائی۔“

”اوہ کوئی بات نہیں۔۔۔ اللہ مالک ہے۔“ اسپلکھ کامران مرزا کی
واز سنائی دی۔

اور پھر وہ بھیل میں اس جگہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ جہاں پروفیسر
لیکن نے اپنی زندگی کے بہت سے سال گزارے تھے۔ کافی دور ہی وہ
کڑی سے اتر کچکے۔ اور درختوں کی اوٹ لے کر آگے پڑھنے لگے۔
یہی میں انہوں نے آگ کی پیش محosoں کی۔ وہ پچھک اٹھے
”یہ کیا۔۔۔ یہاں تو کہیں آگ لگی ہے۔“

”ہاں! اس طرف دھواں تو نظر آ رہا ہے۔۔۔ اور اسی سمت میں

ذخیر شیان کا مکان ہے۔“

”اڑے باپ رستے۔۔۔ کیا اس نے آگ کے ذریعے ان پر قابو پایا
ہے۔“

”آگ کے ذریعے کیسے۔“

”آگ کے ذریعے پانی والے لیاں اس قدر گرم ہو گئے کہ ان

تینوں کو وہ اتارنا پڑ گئے اور لباس اتارنے کے بعد نوبا کو ان پر قابو پانی کی مشکل تھا۔

”ہوں.... واقعی۔ پروفیسر صاحب۔ آپ فوراً“ حرکت میں آ جائیں۔“

”فلکر نہ کرو۔ اس آگ کی وجہ سے ہم لباس نہیں اتاریں سکے۔“ وہ سکرائے اور آگے بڑھ گئے۔ ان کے پاس آگ بھائے کی جیسیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔

وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے اور جیسوں سے چھوٹی چھوٹی جیزیں ہکلتے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے انہوں نے پند سفوف آپس میں ملائے اور پھر جو نہیں وہ آگ کے قریب پہنچے، انہوں نے وہ آئیزہ آگ کی طرف اچھاں دیا۔ ہوا کا رخ اسی طرف تھا۔ چنانچہ ہوا اس سفوف کو ادا کر اور آگ کی طرف لے گئی۔ سفوف آگ پر گرا اور انہیں یوں لانا چاہیتے آگ پر بارش شروع ہو گئی ہے۔ وہ چھس چھن کرتی بجھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ بالکل بجھ گئی۔ اور وہاں صرف دھوان الہتا نظر آئے گے۔ ”نوبا! تماری لگائی ہوئی آگ سرد ہو گئی۔ مقابلے کے لئے سامنے آ جاؤ۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔“ نوبا کی ہنسی سنائی دی۔

”لکیا مطلب۔ کس کی ضرورت نہیں؟“

”اس کی کہ..... میں تم لوگوں کے سامنے آؤں۔ تمارے چار

ساتھی میرے قبضے میں ہیں۔ تاہم اگر تم یہ بتا دو۔ کہ میں کیا ہوں۔۔۔ تو انعام کے طور پر ان چاروں کو پچھوڑ دوں گا۔ اور یہاں سے چلا جاؤں گا۔“ نوبا نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا۔

”کیا کہا۔ یہاں سے چلے جاؤ گے۔۔۔ کہاں چلے جاؤ گے؟“

”بس۔ اس سے آپ لوگوں کو کیا لیتا۔۔۔ کہیں تھے کہیں تو چلا جاؤں گا۔“

”لیکن ہم تمہیں کیوں جانے دیں گے۔۔۔ تم تو ہمارے مجرم ہے۔۔۔ تم نے تو ان گھن جرام کیے ہیں۔“

”اس بات کو لکھ لیں۔۔۔ آپ لوگ نوبا کو زندہ گرفتار تو کریں نہیں سکیں گے۔۔۔ یہ بات تو طے شدہ ہے۔“

”کوئی پروا نہیں۔۔۔ ہم نوبا کی لاش سے بھی کام چلا لیں گے۔۔۔“

”وہ سب سکرا ایے۔۔۔“

”اوے کے۔۔۔ اب تم مجھ پر حملہ کر دو۔“

”یہی تو مشکل ہے۔۔۔ جب تک ہم اپنے چار ساتھی تم سے الپس حاصل نہیں کر لیتے۔۔۔ حملہ نہیں کر سکتے۔۔۔“

”لہاذا۔۔۔ اس نے قبضہ لگایا۔۔۔“

”یہ قبضہ کس خوشی میں لگایا گیا ہے؟“

”اس خوشی میں کہ تم مجھ پر حملہ نہیں کر سکتے۔۔۔ کیونکہ تمہارے

ہو رہا ہے۔"

"جگ کا آغاز"۔ اس نے جیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

"تو کیا آپ کو یقین آگیا۔ یہ چاروں بالکل خوبیت سے ہیں۔"۔
نوبات کے لمحے میں حیرت تھی۔

"خیلیں.... تم جان گئے۔"۔ تم نے انسیں سخت انتہت سے دوچار
کر رکھا ہے۔"

"اور جب تم آگے بڑھنے کی کوشش کو گے۔ تو ان کی مشکل
میں دو گنا اضافہ ہو جائے گا۔"۔ اس وقت تم ان کی چیزوں کو آسان سے
پالیں کر جائے سن سکو گے۔"

"اللہ مالک ہے۔ تو یا تم آرہے ہیں۔ ہمیں روک سکتے ہو تو
روک لو۔"۔ اسپریٹ کامران مرزا چالائے۔

اور پھر وہ آگے بڑھے۔ جونی آگے بڑھے۔ انہوں نے ان
چاروں کی دردناک آوازیں سنبھالیں۔ انہوں نے فوراً قدم روک لیے۔
"رُک کیوں گئے دوستو۔ آگے ہو ہو نا۔"۔ تو باکی آواز سنائی
ہی۔

"یہ کوئی مزے داری نہیں۔ ہمیں بے بس کر کے ہماری بے
بی کا مرا اخخار ہے ہیں۔ آپ تو بہت طاقت ور ہیں۔ اپنی طاقت سے
ہم سے لڑیں۔ نہ کہ ہماری بے بی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔"

چار ساتھیوں کی زندگیاں میری مٹھی میں ہیں۔ تم ان سے صورت حال
معلوم کر سکتے ہو۔"

"کیوں فاروق۔"۔ تم لوگوں کا کیا حال ہے؟"

"اللہ کا شکر ہے۔ ہم خوبیت سے ہیں۔ آپ حمد کریں۔"

روق کی آواز کوٹھی۔

لیکن انہوں نے صاف محسوس کر لیا کہ وہ سخت تکلیف میں

—"فاروق کی خوبیت معلوم ہوئی۔"۔ یہکم تم کس حال میں ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے۔ آپ حمد کریں۔"۔ ان کی آواز سنائی وی۔

"آفتاب۔"۔ مکھن۔ جواب دو۔"۔ اسپریٹ جمیل نے بے ہمان "و

کر کمل۔

"ہم بھی بالکل نمیک ہیں بالکل۔ آپ جلدی کریں۔"۔ آفتاب

بول پڑا۔

وہ اور بے چین ہو گئے۔ اس لئے کہ ہر ایک کی آواز سے
تکلیف نکل رہی تھی۔

"مشتر نوبات۔"۔ یہ کیا بہادری ہے۔"

"مجھے بہادری دکھانے کا کوئی شوق نہیں۔ آپ مجھے بڑوں کو
لیں۔"

لیں۔

"او کے مشتر نوبات۔"۔ اب ہماری طرف سے باقاعدہ جگ کا آغاز

"میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔ اگر اپنے ان ساتھیوں کو بچانا ہے تو اپنے پانی والے بس کو اتارنا ہو گا۔۔۔ ورنہ جوئی آپ لوگ آگے بڑھیں گے۔۔۔ ان کی چیزیں کافی تک پہنچیں گی۔"

"یہ آپ اچھا نہیں کر رہے۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جملہ کہا۔

"میں پسلے ہی بنا چکا ہوں کہ میں اچھائی اور برائی کے چکر میں نہیں پڑتا۔۔۔"

"بہت خوب! ہمیں سوچنے کی صلت وے سکتے ہیں آپ؟"

"اوہ ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

وہ اس مکان سے قدرے دور بہت آئے۔۔۔ پھر انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں مشورہ کیا۔۔۔ انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ نبایا۔۔۔ اب تک جو انتہے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔۔۔ وہ کس طرح کرو دیا تھا۔۔۔ کس ذریعے سے کیا تھا۔۔۔ کیونکہ ان کے جسموں پر کوئی زخم نہیں تھا۔۔۔ پوسٹ مارٹم نے کسی زہر کی کمائی بھی نہیں سنائی تھی۔۔۔ ان حالات میں وہ پریشان تھے کہ وہ ان سب کو بھی اس حربے سے ختم کر سکا ہے۔۔۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہوتا ہو۔۔۔ اس کی کمزوری صرف اور صرف پانی ہے۔۔۔" ہمارے جسموں سے صرف پانی کو الگ کرنا چاہتے ہے۔۔۔ وہ گئے ہمارے دوسرے تین ساتھی۔۔۔ ان کے بس اس نے بھالی صاحب کی دھمکی لے نبوار کیا۔

دے کر اتنا دیے ہوں گے۔۔۔ جیسے کہ آپ وہ ہم سے مطالبہ کر رہا ہے۔۔۔"

"یا پھر آگ کی چیز سے مجبور ہو کر انہوں نے بس اتار دیے ہوں گے۔۔۔ ان کے ساتھ تو پروفیسر داؤڈ تھے نہیں۔۔۔ کوئا اس وقت ہمارا مسئلہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنے چار ساتھیوں کو اس سے کس طرح ہزاریں۔۔۔ انسپکٹر جمشید نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"گویا ہمیں اس صلت میں صرف یہ سوچتا ہے۔۔۔"

"ہاں! پانی والے بس کی موجودگی میں وہ نہ ہم سے لے لے ہے۔۔۔ تھا ہمارا کچھ بکاڑ سکتا ہے۔۔۔ اگر اس قتل ہوتا تو وہ کیوں مطالبہ کرنا کر لے گا۔۔۔ بس اتار دو۔۔۔" پروفیسر بولے۔

"یہی اب سوچتا ہے۔۔۔ خان رحمن نے کہا۔

"وہ سب سوچ میں نہیں ہو گئے۔۔۔ کافی دری گزرا گئی۔۔۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔۔۔ انہوں نے بار بار فرزانہ، فرشت اور رفت کی طرف لی دیکھا۔۔۔ لیکن ان بکی عقليں خبط ہو کر رہ گئیں۔۔۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تب پھر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔۔۔ کہ ہم یہ بس اتار لیں۔۔۔"

"اس طرح تم سب اس کے قبضے میں ہوں گے۔۔۔" پروفیسر داؤڈ نے نبوار کیا۔

مکھن اور بیکم جمیش آتے نظر آئے۔ نزدیک آتے ہی بیکم جمیش کے۔

”مجھے انہوں ہے“ یہ سب میری وجہ سے ہوا۔

”نہیں بیکم۔ تم محسوس نہ کریں یہ تمہاری وجہ سے ہرگز نہیں ہوا۔“ وہ سکرا دیے۔

”مھلا کیوں نہیں ہوا۔ میری وجہ سے ان تینوں نے وہ لباس اندازے اور اب آپ نے اندازے۔“

”اوہو۔ کوئی بات نہیں۔ آج اب چلیں۔“ پروفیسر داؤ نے کہا۔

”آپ کا مطلب ہے شر۔“

”بال شر۔ ہم تو باہ سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کریں گے تو من کی کھائیں گے۔“

وہ دہال سے شر کی طرف روانہ ہوئے۔ ایسے میں توہا کی آواز ابھری۔

” واضح ہو۔ اب تم میری نظروں میں ہو اور پلے والی چال میں چال سکو گے۔“ یہ کہتے ہوئے وہ ہنسا۔

”پلے والی چال۔ کیا مطلب جتاب؟“ محمود نے چونک کر کہا۔

”پلے والی چال سے مراد بس پلے والی چال۔“ اس نے کہا۔ انہوں نے فوراً ذہن و رذائی کے لیاسوں والی چال تو انہوں نے

”ہم اب اور کہ بھی کیا سکتے ہیں؟“

”تو پھر بسم اللہ کرو۔“

وہ پھر اس جگہ آگئے۔ انپکڑ جمیش نے بلند آواز میں کہا۔

”ہم ہار گئے۔ یہ لباس انداز ہے ہیں۔“

”بہت خوب۔ جوئی آپ لوگ یہ انداز گے۔ آپ کے چاروں ساتھیوں کو میں رہا کر دوں گا۔“

”اور اس کے بعد؟“ انہوں نے پوچھا۔

”اس کے بعد تم لوگ اگر مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیے ہو تو میں حاضر ہوں۔ ضرور مقابلہ ہو گا اور اگر تم لوگ شر و ایس جانا چاہتے ہو تو بھی جا سکتے ہو۔“ لیکن اگر یہ سوچ رہے ہو کہ یہ تو بہت آسان بات ہو گئی۔ ہم شر بجا کر پھر ایسے ہی لباس بولاں گے اور پھر مقابلہ کے لئے یہاں آ جائیں گے۔ تو ایسا نہیں ہو سکے گا۔“

”سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں نہیں ہو سکے گا۔“

”یہ راز کی بات ہے۔ اور راز کی بات بتانے کے لئے نہیں ہوتی۔“

”اوے۔ آپ انہیں چھوڑ دیں۔ ہم یہ لباس انداز ہے ہیں۔“

”بہت خوب۔“ وہ بولा۔

پھر انہوں نے لباس انداز دیے۔ جلد ہی انہیں فاروق، حلب

آخر میں اختیار کی تھی..... پسلے والی چال کون سی تھی۔ اچانک فزان
کے پھرے پر حرمت کی جگلی چلی۔ اس نے فوراً "آنکھوں تھی آنکھوں
میں جواب دیا۔

"پسلے والی چال کا مطلب ہے.... دوسرا ریاست والی چال۔"
ریاست دراصل ایک جزیرہ ہے.... اس کے چاروں طرف پانی ہے۔
وہ بڑی طرح چوٹ گئے۔ پھر ان کی گاڑی اچانک ساحل کی طرف
مڑ گئی۔ ان کے ایسا کرنے پر نوبا کی آواز سنائی نہ دی۔ انہیں حرمت
سی ہوئی۔ پھر ویسرا داؤ نے اشاروں میں کہا۔
"خبردار! اب کوئی نہ بولے!"

انہوں نے ہوتہ بند کر لیے۔ ایسے میں نوبا کی آواز سنائی دی۔
"یہ کیا.... تم لوگ خاموش کیوں ہو گئے؟"

"پروفسر داؤ نے زور سے سر بلاؤ کر اشارہ دیا۔ کہ بات نہیں
کرنا ہے۔"

"ارے۔ تم بولتے کیوں نہیں۔ جواب دو۔ کیوں خاموش
ہو؟"

وہ اب بھی نہ بولے۔ ان کی گاڑی بدستور ساحل کی طرف جا
رہی تھی۔ بلا کی رفتار سے۔

"پسلے جشید۔ یو لو۔ یو لو۔" - نوبا چیخا۔
وہ مکرا ہے۔ نوبا ان کی خاموشی پر پریشان ہو گیا تھا۔ گواہ

مرف ان کی آواز کے ذریعے ان کا پتا چلا سکتا تھا۔ اگر وہ بول پڑتے
اے فوراً" ان کی سوت کا اندازہ ہو جاتا۔ اس کا مطلب تھا۔ پانی
کے بعد خاموشی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھی۔

"پسلے جشید۔ کیا پانکل بزدل ہو گئے۔ میرے مقابلے میں ہار
ن گئے۔ ٹکٹ کھا گئے۔ ہاہا۔ اتنے بڑے بڑے لوگوں کو ٹکٹ
پڑے والے میرے مقابلے میں بات تک نہیں کر سکے۔ کہاں کسی ان
ن طاقت۔۔۔ ان کی عقل۔۔۔ ان کی ترکیبیں؟" وہ ہنا اور پاندہ آواز میں
ڈاچا گیا۔

"وہ اب بھی خاموش رہے۔ انہوں نے گواہ اپنے ہوتے سی
لے تھے، یہ بات تو اچانک ان کے ذہن میں آگئی تھی۔ ورنہ اس
ن وہ ساحل کی طرف نہ جس سکتے۔۔۔ نوبا راستے میں ہی انہیں ڈھیر کر
لے دیئے تو وہ اس بات پر بھی حرمت زدہ تھے کہ نوبانے انہیں جگل
کے والیں آنے کی صلت ہی کیوں دی۔۔۔ لباس اتروانے کے بعد تو
ب پکھ کر سکتا تھا۔۔۔ لیکن شاید وہ ان لوگوں کو اس لے ہلاک انہیں
ن چاہتا تھا کہ اسے ان کی طرف سے کسی حرم کا کوئی خطرہ نہیں رہ گیا
۔۔۔ لباسوں والی ترکیب ناکام ہانے کے بعد وہ خود کو ہر طرح سے
لپڑیاں کر رہا تھا۔

اور پھر وہ ساحل پر پہنچ گئے۔ نوبا اب تک بار بار انہیں پکار رہا
۔۔۔ ساحل پر آب دوز موجود تھی۔۔۔ ابھی وہ سمندر میں اترے نہیں

تھے کہ انہیں سمندر میں بھری جہاز اور آب دوزیں اپنی طرف بڑھتے نظر آئے۔
”خاموش رہنا ہے۔۔۔ جب تک کہ ہم سمندر میں نہ اتر جائیں۔۔۔ پروفیسر داؤن نے اشاروں میں کہا۔
میں اس وقت ایک نئی بات ہو گئی۔۔۔

○☆○

جزیرہ سام پر

سمندر کے پانی پر ایک آگ کا گولہ تمودار ہوا۔۔۔ اور بالا کی رفتار سے ان کی طرف بڑھتے لگا۔۔۔ وہ اب بھی نہ بولے۔۔۔ البت خان رحمان نے فوراً ”آب دوز“ کو یچے لے جانے کی کوشش کی۔۔۔ اور میں اس بت گولا ان کے اوپر سے گزرا۔۔۔ جب وہ پانی میں اتر پکھے تھے۔۔۔ گواہ بال بال بن چکے۔۔۔

”اف مالک۔۔۔ یہ گولا کمال سے آگیا۔۔۔ اگر نوباہمیں دیکھے نہیں
ہاتھ کو لے کے وار کا کیا مطلب؟“

”گولا۔۔۔ بھری جہاز سے فائز ہوا تھا۔۔۔ غالباً“ یہ کوئی حقیقت کا تھیار ہے۔۔۔ ایک توپ داغی گئی تھی۔۔۔ اس میں سے گولا لٹکا تھا۔۔۔ اور میں نے زندگی میں کبھی ایسی توپ نہیں دیکھی۔۔۔ خان رحمان نے جلدی ہلدی کیا۔۔۔

”سوال یہ ہے انھیں۔۔۔ اب تو صدر اس کے زیر اثر رہے ہیں۔۔۔ تو انہوں نے یہ جہاز اور آب دوزیں کس طرح بھیج دیے۔۔۔“
”۔۔۔ پریشان ہو کر کمال۔۔۔“

”ابھی صرف صدر صاحب سے اس کا اثر ختم ہوا ہے۔ اور وہ آئندہ کے لئے صرف اسی صورت میں حفظ ہو سکتے ہیں۔ جب ہماری پدایت کے مطابق پانی کا لیاس پہنچیں۔ ایک منٹ“۔ یہ کہ کر انہوں نے صدر کے نمبر ڈائل کیے۔ جلد ہی ان کا جواب ملا۔ ”سرایہ میں ہوں جشید۔ کیا آپ نے پانی والا لیاس پہن رکھا ہے؟“

”تم کہاں سے بات کر رہے ہو جشید؟“
”سوری! میں فی الحال یہ نہیں تھا۔ آپ تھائیں۔ کیا آپ نے پانی والا لیاس پہن رکھا ہے؟“
”تم کہاں سے بات کر رہے ہو۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ۔“ صدر کی آواز سنائی دی۔

”پہلے آپ تھائیں۔“
”وہ نہیں۔ میں نے لیاس نہیں پہن رکھا۔“
”لیکن کیوں؟“
”بھتی ایسا لیاس تیار کرنے کا آئڑر دے رکھا ہے۔۔۔ اور جلد ازا جلد تیار کرنے کی ہدایات دی تھیں۔۔۔ بن کر آتا ہی ہو گا۔“
”اوے۔۔۔ جب آپ وہ لیاس پہن لیں گے۔۔۔ پھر آپ سے بات ہو گی۔“ یہ کہ کروہ سیٹ بند کرنے لگے۔۔۔ لیکن صدر چلا اٹھے۔
”نہیں۔۔۔ نہیں جشید نہیں۔۔۔ بتاؤ تم کہاں ہو۔“

انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور فون بند کر دیا۔۔۔ اب وہ کافی گلمنڈ ہو چلے تھے۔
”اس نے صدر کو دوبارہ اپنے اثر میں لے لیا ہے۔۔۔ صدر صاحب نے فوراً“ لیاس نہیں بنایا۔۔۔ ان سے دیر ہو گئی۔
”یہ برا ہوا۔۔۔ بست برا ہوا۔۔۔ اب ہمیں پھر سے محنت کرنا پڑے گی۔“

”نہیں۔۔۔ اب ہم پہلے نوباتے گلراہیں گے۔“

”وہ پورے ملک کی فوج اور پولیس کو ہمارے مقابلے میں لا کردا کرے گا۔“

”خیبر۔۔۔ دیکھا جائے گا۔“

اور پھر آپ دوزوں نے انہیں گھیرے میں لینے کی کوشش شروع کر دی۔۔۔ اب خان رحمن نے اپنی صہارت دکھائی۔۔۔ اور ان کے درمیان سے نکل گئے۔۔۔ آپ دوزوں نے تقاضہ شروع کیا۔۔۔ اس طرح وہ اپنے دوست کی ریاست تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔۔۔ اس ریاست کی سمندری حدود میں ان کے ملک کے جہاز واخیں نہیں ہو سکتے تھے۔۔۔

اور جو نہیں ان کی آپ دوز ریاست کی سمندری حدود میں واخیں ہوں۔۔۔ اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔۔۔ پھر سلیپر آنے کے لئے نماگیا۔۔۔ اب وہ ساحل کے نزدیک تھے ہی۔۔۔ لذائی پر آتے ہی

جزیرے پر اتر گئے

"خیروارے ہاتھ اٹھاوو۔"

"تی..... ہاں..... کیوں نہیں؟"

"اپکمز جشید نے مکرا کر کیا۔

"ارے! یہ آپ ہیں.... تو آپ نے بتایا کیوں نہیں؟"

"ہم بتائیں سکتے تھے.... وشن ہمیں نشان بنا نے پر ملا تھا۔"

"آئیے.... آئیے.... صدر آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوں

گے۔"

"ان شاء اللہ۔"

اب یہاں انہوں نے اپنے دوست سے ملاقات کی۔ تمام حالات اسے سنا کے۔ ان کے خاموش ہونے پر وہ بولا۔

"اس کا مطلب ہے.... میری ریاست اس سے محفوظ ہے۔"

"اس سے ضرور محفوظ ہے.... لیکن وہ ہمارے ملک کی فوج کے ذریعے آپ پر حملہ کروائے گا۔"

"اوہ نہیں۔" وہ بولا۔

"اس لیے آپ جلد از جلد ہمارے لیے پانی کے لباس تیار کرو دیں۔ تاکہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔ اور آپ ان سے کہ سمجھ کر ہم لوگ یہاں نہیں ہیں۔"

"اس کی بجائے میں یہ کہتا زیادہ پسند کروں گا۔ کہ ہاں آپ

لوگ یہاں میرے پاس ہیں۔ اور ہم مرتے دم تک آپ لوگوں کی

خلافت کریں گے۔" دوست بولا۔

"نہیں.... اس کی ضرورت نہیں۔" اپکمز جشید نے نفی میں سر

بایا۔

"تب پھر میں وہی کروں گا۔ جو آپ کہیں گے۔"

"شکریہ۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

لباس کی تیاری کا کام اسی وقت شروع ہو گیا۔ ایسے میں ان

نے ملک کی بڑی بھرجی فوج اس جزیرے کی طرف پر ہوتی نظر آئی۔

ریاست کے صدر کا رنگ اڑتا نظر آیا۔ ایسے میں خان رحمان

بلے۔

"آپ ٹھہر د کریں.... ان لوگوں کو بالوں میں نگاہیں.... ان سے

خلافت کریں۔ ان سے پوچھیں۔ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے، وہ

ملک اور صرف یہ کہیں گے کہ آپ ہم لوگوں کو ان کے حوالے کر

دیں۔ چنانچہ آپ ان سے کہ دیں کہ تھیک ہے۔ آپ ہمیں ان کے

الے کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ہم لوگ جان دے سکتے ہیں.... اپنا

دن نہیں دے سکتے۔"

"اوہ.... آپ نہیں جانتے کہ اس وقت ہم کیا کرنا چاہتے

..... لیکن ہم اسی صورت میں محفوظ رہیں گے.... جب کہ آپ

بودھ کریں۔ جو ہم کہیں۔"

”ہوں.... اچھا.... خ..... میں ان سے مذاکرات شروع کرنا ہوں۔“

یہ کہ کروہ چلا گیا.... اوہ ران کی موجودگی میں ہی بس دھڑادھڑ تیار ہو رہے تھے.... آخر بس سے پہلا بس بن گیا۔
”انفل.... آپ تو اسے پہن لیں۔“ محمود نے انپکٹر کامران مرزا سے کہا۔

”میں.... سب لوگ ساتھ ہی پہنیں گے۔“
”لیکن اسے ع حل مندی نہیں کہا جا سکتا۔“ پروفیسر والوں مکارے۔

”کیا مطلب؟“ انپکٹر کامران مرزا نے چوک کر کہا۔
”اس بس کو پہن کر کامران مرزا کم از کم ہماری پارٹی کا ایک آونی تو حفظ ہو ہی سکتا ہے.... لذائیوں نہ ایک تو حفوظ ہو۔“

”بات معقول ہے۔ انپکٹر جشید مکارے۔“
”تب پھر اس کو آپ پہن لیں۔“ انپکٹر کامران مرزا مکارے۔
”تم..... میں نہیں آپ پہن لیں۔“

”اور یہ بات معقول کس طرح ہے۔“ انپکٹر کامران مرزا بنتے۔
”حد ہو گئی۔۔۔ پروفیسر انفل۔۔۔ آپ پہن لیں۔“
”تم..... میں پہن لوں..... نہ نہیں..... جب سب پہنیں گے،“
اس وقت میں بھی پہن لوں گا۔“

”چیزیں بات ہے۔۔۔ بتائیں پھر۔۔۔ مجھے کیا کرنا ہے۔“

”ان سے صلح کی بات چیت شروع کر دیں۔۔۔ مذاکرات کریں۔۔۔ شراطٹ طے کریں۔۔۔ تحریری طور پر شراطٹ لکھوائیں۔۔۔ اس وقت تک تو ان شاء اللہ بس تیار ہو جائیں گے۔۔۔ جب ہم وہ بس پہن کر فارغ ہو جائیں۔۔۔ آپ ہمیں ان کے حوالے کر سکتے ہیں۔“

”یہ..... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ اس نے پھر پر نور انداز میں کہا۔

”حد ہو گئی۔۔۔ آپ ابھی تک نہیں سمجھے۔۔۔ آپ ہمیں ان کے حوالے کر کے دونوں ملک کی فوجوں کو مرنسے سے بچائیں گے۔“

”لیکن لوگ کیا کہیں گے۔“ حدر نے کہا۔

”کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔ یہ وقت کا تقاضا ہے۔۔۔ آپ خوشی سے

ہم لوگوں کو ان کے حوالے نہیں کر رہے۔“

”گویا آپ جو کہ رہے ہیں۔۔۔ مجھے صرف وہ کرتا ہے۔“

”ہاں! اگر آپ نے اس کے میں مطابق نہ کیا۔۔۔ تو پھر ہم بری طرح ناکام ہو جائیں گے۔ اور پھر پوری دنیا پر نوبات کا قبضہ ہو جائے گا۔۔۔ پوری دنیا پر۔۔۔“

”ارے باپ رے۔“

”لیکن الہاجان.... پوری دنیا پر کیسے۔۔۔ جزیروں پر تو نہیں ہو سکے گا۔۔۔ فاروق نے فوراً کہا۔“

”جزیروں پر فوج کی مدد لے گا۔“

ایے میں ایک لیاس اور تیار ہو گیا.... لیکن اس کو بھی کسی نے
ہاتھ تک نہ لگایا۔ ایے میں کچھ دیر بعد ریاست کا صدر آتا نظر
آیا۔

”ہاں دوست کیا رہا؟“

”ذرا کرات ناکام.... ان کا ایک ہی سوال ہے.... یہ کہ آپ
لوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے.... وہ لوٹ جائیں گے۔“

”آپ ایک بار پھر جا کر انہیں یا توں میں لگائیں.... دو لیاس بن
چکے ہیں.... دو اور تیار ہونے کو ہیں.... بس تھوڑی دیر کی بات ہے...
پھر آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں گے۔“

”یہ بات اب تک میرے بس سے باہر ہے۔“

”آپ وحدہ کر چکے ہیں۔“ اسکلہ جمیش نے آنکھیں نکالیں۔

اور وہ منہ بناتا چلا گیا۔ اوہر دھڑا دھڑ لیاس تیار ہو رہے
تھے.... اس کے بعد جب وہ آیا تو صرف دو لیاس تیار ہونے رہ گے
تھے۔

”ہاں! اب وہ کیا کہتے ہیں؟“

”اب انہوں نے آخری المیں دیا ہے.... یہ کہ اگر آدھے تھنھے
کے اندر اندر ہمیں ان کے حوالے نہ کیا گیا.... تو وہ ریاست کو نہ دبالتا
کر دیں گے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔ خیر آپ جا کر ان سے کہ دیں۔ کہ

آپ ہمیں ان کے حوالے کر رہے ہیں۔ اور لے کر آ رہے ہیں۔“

”اُنہی بات ہے۔“ اس نے اوس انداز میں کہا۔

”آپ کو اوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں
بگاؤ سکیں گے۔“

”فوج کو حکم مل چکا ہے۔ جوئی آپ لوگ ان کے ہاتھ
لگیں۔ جس حالت میں بھی ہاتھ لگیں۔ آپ کو موت کے گھات
اتار دیا جائے۔“

آپ پریشان نہ ہوں۔ اور بس دیکھتے جائیں۔ ہم اپنے ملک کی
اور آپ کی ریاست کی فوج کو خیں لواٹ سکتے۔ اور اس کا فائدہ بھی تو
کوئی نہیں ہو گا۔ پھر بھی تو وہ نہیں گرفتار کری لیں گے۔ تو ناقص
خون بمانے کا کیا فائدہ۔“ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔
اچھا خیر۔ اللہ حافظ۔“

یہ کہ کروہ چلا گیا۔ اس بار اس کی واپسی ہوتی تو وہ لیاس پہن
کر یا کل تیار کھڑے تھے۔ اس نے اوس انداز میں ان کی طرف
نکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

”آپ۔۔۔ آپ رو رہے ہیں؟“

”میں وہ بد قسمت ہوں۔۔۔ جو اپنے دوستوں کو خود موت کے
حوالے کر رہا ہوں۔۔۔ لذدا روؤں نہ تو کیا کروں؟“

”نہیں۔۔۔ آپ کو روٹا نہیں چاہیے۔۔۔ آپ اس ریاست کے

زندگی اور موت کے درمیان پھنسائیں۔ اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم خود اپنی جانوں پر تکمیل جائیں۔ اور پھر اگر ہم آپ لوگوں کو لانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ تو کیا آپ لوگ ہمارے ملک سے نکلے سکیں گے۔ آپ کی پوری ریاست ہمارے ملک کے ایک چھوٹے سے شر سے بھی چھوٹی ہے۔ آپ کے پاس چھ ہزار فوج ہے۔ اور اسلحی انا فیں۔ تو آخر آپ لوگ کیسے ہوں گے۔

”جذبے سے۔ ہم اپنے دوستوں پر قربان ہونے کے جذبے سے ہوں گے۔ ہم قبح حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوں گے۔ ہم تو ہتھیار کے لئے ہوں گے۔ کہ ہم وہ ہیں۔ جو اپنے مہمانوں کے لئے جان دے سکتے ہیں۔ پوری ریاست کے لوگ خوشی خوشی آپ کے لئے جان دیں گے۔“

”نہیں۔ نہیں یہ کسی طرح منکور نہیں۔“

”آپ کی مرضی۔۔۔ میں اور کیا کہ سکتا ہوں۔“

اور پھر وہ اس جہاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی نزدیک نہیں پہنچ تھے کہ اپکڑ جعید کے منزے سے اچاکٹ لگا۔

”ایک دو تین۔“

اور وہ سب کے سب پانی میں کوڈ گئے۔ اس وقت فوجوں نے ان پر گولیاں بر سائیں۔ لیکن وہ تو پانی میں اتر چکے تھے۔ اب گولیاں کیا بگاڑ سکتی تھیں ان کا۔ ان کے کملانڈ نے چیخ کر کہا۔

”حکران ہیں۔“

”میری حکرانی کا کیا فائدہ۔۔۔ اگر میں آپ کو نہ بچا سکا۔“

”آپ بے گلر رہیں۔۔۔ یہ لوگ ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔“

”پا نہیں! آپ یہ بات کس طرح کہ رہے ہیں۔۔۔ وہاں تو آپ کو گولیوں سے چھلنی کرنے کے لئے تیاریاں تکمیل کی جا بھی ہیں۔“

”آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔۔۔ اپکڑ جعید کا۔

اور پھر انہیں ایک بڑی گاڑی میں بٹھا کر ساحل پر لاایا گیا۔ ساحل سے انہیں ایک لامپ میں سوار کیا گیا۔۔۔ لامپ اس بھری جہاز کی طرف روانہ ہوئی۔۔۔ جس پر انہیں سوار کرانا تھا۔

اس جہاز کے عرش پر سلح فونتی ہاںکل تیار کھڑے تھے۔ اور انہیں زدوں میں لے چکے تھے۔

”میرے دوست ایک بار پھر سوچ لیں۔۔۔ حکران نے درد بھری آواز میں کہا۔

”اب ہم اور کیا سوچ لیں۔۔۔ کچھ بھی سوچنے کا وقت گزر چکا ہے۔۔۔ اب تو صرف عمل کا وقت رہ گیا ہے۔“

”تو پھر عمل ہمیں کرنے دیں۔“

”ہم اپنی چھ جانوں کے لئے پوری ریاست کے لوگوں کو کہاں

"آب دوزیں ان کے پیچھے لگا دو۔"

چماز سے آب دوزیں پانی میں اتاری گئیں... اور ان کی ٹلاش کا کام شروع ہوا... کئی گھنٹے تک مسلسل ان کی ٹلاش جاری رکھی گئی... اور پھر انہوں نے اپنی ناگاہی کا اعلان کر دیا۔ یہ اطلاع توہا کو ملی تو اس کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے فوراً صدر کو حکم دیا۔ "یا تو آپ تین دن کے اندر ان لوگوں کو گرفتار کر لیں۔ یا پھر اپنی موت قبول کر لیں۔"

"مگر... کیا کہا؟" صدر لرز گئے

"ہاں! موت بالکل ولی موت۔ جیسی بیگان، انشارچ، وٹاس، ہلوجستان اور کئی دوسرے ملکوں کے لوگوں کو نصیب ہوئی۔ اور ان اموات کے بعد پھر ان ملکوں نے اپنا کوئی آدمی توہا کے چکر میں نہیں بھجا تھا۔ بلکہ اس کے بعد توہہ سب توہا کے ایک طرح سے زیر اثر آگئے تھے۔"

"لیکن مسٹر توہا۔ آپ ہمیں ہاتھیں ناکر وہ کہاں ہیں۔ ہم اپنی گرفتار کر لیں گے۔"

"نہیں۔ میں یہ نہیں بتا سکتا۔"

"وکی مطلب۔ جب آپ یہ جانتے ہیں کہ کل کیا ہوتے والا ہے۔ تو یہ کیوں نہیں جانتے کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"بھوہ پر زبان پلا رہے ہیں۔ یعنی توہا سے۔ میں ابھی آپ کو

مرا چکھا تا ہوں۔"

"تن نہیں مسٹر توہا۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ یعنی میں طرف نہیں کر رہا تھا۔" صدر گھبرا گئے۔

"تب پھر آپ کیا کہ رہے تھے؟" توہا غریباً۔

"آپ کو یاد کرا رہا تھا۔ کہ آپ اپنے علم کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

"اچھی بات ہے۔ میں ابھی آپ کو اطلاع دوں گا کہ وہ کہاں ہیں۔ اور اگر اس پر بھی آپ ان لوگوں کو گرفتار نہ کر سکے تو پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"لیں سر۔ لیں سر۔" صدر نے کامپتے ہوئے کہا۔

آواز بند ہو گئی۔ آدھہ گھنٹے بعد پھر سنائی دی۔

"وہ جزیرہ سام پر موجود ہیں۔"

"جی۔ کیا فرمایا۔ جزیرہ سام پر موجود ہیں۔"

صدر چالائے۔

"ہاں! بالکل۔ آپ کو کیا ہوا؟"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" صدر چالائے۔

"اوہ کیا مصیبت آگئی ہے۔ کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

توہا نے جھلا کر پوچھا۔

"یہ۔ یہ کہ وہ جزیرہ سام پر ہوں۔"

صدر صاحب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا کہتا ہاچتے ہیں مسٹر صدر؟"

نوبانے الہمن زدہ انداز میں بچھا۔

○☆○

اتا بڑا دھوکا

"پہلی بات تو یہ مسٹرنوبا کہ جزیرہ سام ہمارے ملک کی سندھری
ہو دیں نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ جزیرہ آدم خوروں کا جزیرہ
ہے۔ اس طرف جانے کی کوئی بہت نہیں کرتا۔۔۔ یہاں تک کہ جس
ملک میں جزیرہ سام شامل ہے۔ اس ملک کی فوج کا کوئی سپاہی بھی اس
طرف نہیں جائے گا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ فوجی انکار نہیں کیا کرتے۔" - نوبابولا۔
"جی ہاں! فوجی انکار نہیں کرتے، قحیل کرتے ہیں۔۔۔ لیکن اس
ذرے کے پارے میں سب لوگ جب انکار کریں گے تو پھر آفسر کیا کر
سکتے ہیں۔۔۔ آج تک جزیرہ سام میں ہو گیا۔۔۔ زندہ والپن نہ آیا۔۔۔ اس
لامبیاں تک نہ مل سکیں۔۔۔ پتا نہیں۔۔۔ اس کو کھانے کے بعد وہ
زبان کا کیا کرتے ہیں؟"

"تو ہم اپنی فوج وہاں نہیں بھیج سکتے؟"

"ہمارے فوجی بھی جانے سے انکار کر دیں گے۔۔۔ ورنہ وہاں کی
ہمت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔۔۔ کہ اس جزیرے پر کسی

"اس بارے میں میں پوچھتا بھول گیا تھا۔"

"تب پھر میں کہجھ کیا۔" - تو پاہن۔

"مریانی فربا کر سمجھے بھی بتا دیں۔ آپ کیا کہجھ گئے؟"

"یہ کہ وہ انہیں آدم خوری سے روک چکے ہیں۔ لیکن اس بات کو انہوں نے اور آدم خوروں نے اپنے تک رکھا ہے۔ تاکہ ان کا رعب اسی طرح قائم رہ سکے۔ اور کوئی جزیرے کا رخ نہ کر سکے۔ اب ان لوگوں کو کوئی خوف کیسے ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ نے بت دیتی معلومات سمجھے دیں۔ اب میرا اور ان کا مقابلہ ان سے وہیں ہو گا۔"

"آپ بھول رہے ہیں مسٹرنوپا۔"

"کیا بھول رہا ہوں؟"

"وہ پالی کے گھیرے میں ہیں۔ آپ وہاں نہیں جا سکتے۔"

"اس سوال کا جواب میں آپ کو نہیں۔ انہیں دوسرا گا۔"

"حیرت ہے۔ کمال ہے۔ آخر آپ وہاں کیسے جائیں گے؟"

"بس جا رہا ہوں۔ دنیا کی کوئی طاقت سمجھے روک نہیں سکتی۔"

ان سب کے لیے میں ایکا کافی ہوں۔ اسکے بعد اور اسکے کامران مرزا نے میرے ہاتھوں ایک بت بڑا دھوکا کھایا ہے۔ اتنا بڑا دھوکا کہ وہ خود بھی اندازہ نہیں لگا سکتے۔ کہ انہوں نے اتنا بڑا دھوکا زندگی میں کسی اور سے کھایا ہے یا نہیں۔"

"آخر وہ کیا دھوکا ہے۔ میں بت زیادہ بے چینی محسوس کر رہا

ملک کے فوجی چڑھائی کرتے ہیں۔ وہ حکومت تو خود چاہتی ہے۔۔۔ جزیرہ آدم خوروں سے خالی ہو جائے۔"

"تب پھر۔۔۔ آپ کو ایک بات بتاؤں۔" - تو پاہن۔

"تی ضرور۔۔۔ میں بھا رونک سکتا ہوں آپ کو۔"

"میں جاؤں گا وہاں۔۔۔ تے صرف آدم خوروں کا صفائیا کر دوں گا۔۔۔ بلکہ ان لوگوں کا بھی خاتم۔۔۔ ارے۔۔۔ مم۔۔۔ مگر۔۔۔"

"کیا ہوا؟" صدر نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر وہ جزیرہ آدم خوروں کا ہے۔۔۔ اور کوئی وہاں سے آج تک زندہ واپس نہیں آیا۔۔۔ تو یہ لوگ تو جزیرے پر زندہ نہیں ہوں گے۔"

"یہ تو مشکل ہے مسٹرنوپا۔"

"اب اس میں کیا مشکل نہیں پڑی۔"

"آدم خور ان کے دوست ہیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ان آدم خوروں پر ان لوگوں نے کوئی احسان کیا تھا۔۔۔ اس دن کے بعد سے وہ ان کے دوست ہیں۔"

"اور پھر بھی آدم خور ہیں۔۔۔ ان لوگوں نے انہیں آدم خوری سے منع نہیں کیا۔۔۔ کیونکہ یہ لوگ تو جہاں جاتے ہیں۔۔۔ برائی کے غلاف ڈت جاتے ہیں۔۔۔ تو اس جزیرے پر انہیں یہ برائی نظر نہیں آئی؟"

"تب پھر... آپ نے کیا سوچا ہے۔" صدر کا دل دھڑکا۔

"اس نوائی کا نظارہ پوری دنیا کرے گی.... نی وی پر یہ مقابلہ رکھا جائے گا۔"

"اور آپ..... آپ یہ کیسے کریں گے۔"

"بہت آسمانی سے یہ جزیرہ ریاست ایازخان میں ہے ہا۔" "جی..... جی ہاں۔"

"ریاست ایازخان کا حکمران ایاز خان ہی یہ سارے انتظامات نے گا۔ اس جزیرے پر نی وی کمرے نصب کروائے گا۔ مقابلے آنکھوں دیکھا حال نشر کرنے کے انتظامات کرے گا۔"

"لیکن کیسے.... آخر کیسے.... آپ کی طاقت تو وہاں فیل ہو جاتی ہے۔"

"اس سوال کا جواب۔ تین دن بعد آپ نی وی سکرین پر دیکھے گے۔"

اور نوبا کی آواز غائب ہو گئی۔ صدر اب پسلے سے زیادہ گمراہ میں گم ہو چکے تھے۔ اچانک ان کے منہ سے مارے خوف کے

"نہیں..... نہیں..... نہیں۔"

○

ایاز خان اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں

ہوں۔"

"نہیں بتاؤں گا۔"

"لیکن۔۔۔ اب تو میں آپ کا خادم ہوں۔"

"ہاں! لیکن میرا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہو کسی وقت بھی کسی موڑ پر بازی پلٹ دیتے ہیں۔"

"اچھا۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔"

اور پھر نوبا کی آواز بند ہو گئی۔ صدر گمراہ سوچ میں ڈوب گئے۔ وہ ایک بار پھر نوبا کے زیر اثر تھے۔۔۔ نہ جانے نوبا کس طرح دوسرے لوگوں کو اپنا غلام بنالیتا تھا۔۔۔ ذاتی غلام۔۔۔ وہ اس کے ادھامات کی تحلیل کرنے لگتے تھے۔

ساتھ ہی وہ سوچنے لگے۔۔۔ کہ آخر نوبا ان کا مقابلہ کس طرح کرے گا۔۔۔ یا وہ نوبا کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔۔۔ یہ مقابلہ کس قدم کا ہو گا۔۔۔ کیا اپنی طرز کا یہ انوکھا ترین مقابلہ نہیں ہو گا۔۔۔ کاش لوگ اس مقابلے کو نی وی پر دیکھ سکتے۔۔۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ نوبا کی آواز پھر سنائی دی۔

"صدر صاحب! میں نے سوچا ہے۔۔۔ یوں مرا نہیں آئے گا۔"

"کیا مطلب مسٹر نوبا۔۔۔ کس طرح مرا نہیں آئے گا۔"

"یہ کہ میں اس جزیرے پر جاؤں۔۔۔ اور ان سب کو ختم کر دوں۔۔۔ اس طرح کیا خاک مرا آئے گا۔"

بکے نئے رنگ کا دھواں پھیلتے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت دوڑ
گئی۔ اس نے فوراً "لمازین کو بلاۓ کے لئے تھنٹی کا ٹین دیانا چاہا۔
لیکن ہاتھ حرکت نہ کر سکے۔ انھوں کر دروازہ گھونٹا چاہا۔ انھوں نہ سکا۔
اب تو اس کی آنکھوں میں بے حد خوف چھاگیا۔ پھر وہ گھری نیند میں
ڈوب گیا۔ آنکھ کھلی تو مشینی انداز میں اس نے اپنی ریاست کے نئے
دار ترین لوگوں کو جلدی جلدی فون کرنا شروع کیا۔ وہ فون پر چدایت
دے رہا تھا۔ آفسر اس کی چدایت سن سن کر پریشان ہو رہے تھے۔
گھبرا رہے تھے۔ خوف محسوس کر رہے تھے۔ آخر ان سب نے ایک
میلنگ کی۔ ایک آفسرنے کہا۔

"ایاز خان کے یہ احکامات سمجھ سے باہر ہیں۔ آخر ہم جزیرہ
سام پر یہ انتظامات کیوں کریں۔ آدم خوروں کے من میں کیوں
جائیں۔"

"تب پھر کیا کریں؟"

"انکار۔ ساف انکار۔ اس طرف جانے سے ساری دنیا کے
لوگ انکار ہی کرتے ہیں۔"

"اوکے۔ میں فون کرتا ہوں۔" ایک بڑے آفسرنے کہا۔ پھر
ایاز خان کے نمبر ملائے اور کہا۔

"سر۔ سب لوگ وہاں جائے اور یہ انتظامات کرنے سے انکار
کر رہے ہیں۔"

"سب کے سب کی شامت آئی ہے پھر۔ آپ لوگ نہیں
ست۔ یہ ہر حال میں کرنا ہو گا۔"

"لیکن ہم میں سے کوئی ایک بھی جانے پر آمادہ نہیں۔"

"اوکے۔ میں مسٹرنویا سے بات کراوتا ہوں۔"

"جی۔ کیا مطلب۔ یہ مسٹرنویا یہاں کہاں سے نکل پڑے۔"

"بھی نہیں معلوم۔ کہ میں نوبا کا غلام کب ہوا۔ کیسے ہنا۔
نایا ہے۔ کچھ دیر پسلے میرے کمرے میں نیلے رنگ کا دھواں سا بھر
باخا اور میں گھری نیند میں ڈوب گیا تھا۔"

"نیلا دھواں۔ گھری نیند۔ آفسر بولا۔"

"ہاں بالکل۔"

"آپ ضرور نوبا کے وہم میں بتلا ہو گئے ہیں۔ نوبا کوئی جیز
نہیں۔"

"لچری دنیا اس سے خوف زدہ ہے۔ اور آپ کہ رہے ہیں۔
اُنچیز نہیں ہے۔"

"ہاں اور کیا۔ کیا وہ آپ کے دوستوں سے خوف زدہ نہیں ہو
۔"

"اس وقت وہ انہی سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔
تو سوت جزیرہ سام پر ہی ہیں۔"

"کیا۔ وہ چلائے۔"

"ہاں۔ اب جو کرنا ہے۔ سوچ کجھ کر کرنا ہے۔۔۔ کہیں توہا تم لوگوں کے لئے موت نہ بن جائے۔"

"تن نہیں۔" وہ چلا۔

"تب پھر جلد از جلد یہ تمام انتظامات تکمل کرلو۔"

"اور وہ آدم خور؟"

"وہ آدم خور۔ میرا خیال ہے۔۔۔ نووا خود ان کا انتظام کر لے گا۔"

"نہیں۔ سب۔ ہم آدم خوروں کے ہوتے ہوئے وہاں نہیں جائیں گے۔۔۔ ارے ارے۔۔۔ یہ۔۔۔ یہ کیا۔"

"کیا ہوا؟" ایاز خان نے پونک کر پوچھا۔

"تن۔۔۔ نیلا دھوان۔"

"کیا۔۔۔ نیلا دھوان۔۔۔ آپ لوگوں کے کمرے میں داخل ہو رہے ہے۔۔۔ ایاز خان نے چیخ کر کہا۔"

"ہاں۔۔۔ آ۔۔۔ ہاں۔" اس کے منہ سے گھنی گھنی آواز نکلی۔
اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔۔۔ ایاز خان یہلو یہلو یہلو یہلو کرتا رہ گیا۔۔۔ اب اس کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔۔۔ وہ گھنٹوں بعد اس کے آفسرز کا فون اسے ملا۔

"سر! ہم سام جزیرے پر جا رہے ہیں۔۔۔ وہاں ٹی وی کیمرے نصب کرنا ہیں۔۔۔ وہاں ہونے والی لڑائی کو پوری دنیا کو دکھانا ہے۔"

"دو گھنٹے پلے تو آپ کہ رہے تھے وہاں کسی قیمت پر نہیں جائیں گے۔۔۔ ایاز خان ہے۔"

"ہاں! پتا نہیں اس نئی وہوئیں میں کیا بات ہے۔۔۔ اب وہاں جانے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ ضرور جاؤ۔۔۔ میں تو پسلے ہی کہ چکا ہوں کہ ایسا کرو۔"

"ہاں! آپ نے کہا تھا۔۔۔ لیکن اس وقت ہم لوگ ذہنی طور پر بالکل تیار نہیں تھے۔ جب کہ اب وہاں جانے کے لئے بڑی طرح بے بین ہیں۔"

"بہت خوب! ایاز خان نے ہس کر کہا۔۔۔ اور فون بند کر دیا۔۔۔ اب اس نے اپنے جشید کے موبائل نمبر ڈاکل کیے۔۔۔

"کچھ سناؤ آپ نے۔"

"کیا بات ہے ایاز خان صاحب؟" وہ یوں لے

"بجزیرہ سام۔۔۔ پر ٹی وی کیمرے نصب کیے جانے والے ہیں۔" "کیا مطلب۔۔۔ ایسا کون کرے گا؟"

"توہا۔۔۔ وہ بولا۔"

"کیا کہا۔۔۔ توہا ایسا کرے گا۔۔۔ دماغ تو نہیں چل گیا مثرا ایاز نہ آپ کا؟"

"نہیں۔۔۔ دماغ نہیں چلا۔" وہ ہے۔

"تب پھر"۔

"نوبا نے معلوم کر لیا ہے کہ آپ لوگوں نے جزیرہ سام کو اپنا اڈاہ بنا لیا ہے۔ لہذا وہ جزیرے پر آ رہا ہے۔ وہ یہاں آپ سے مقابلہ کرے گا۔ وہ چاہتا ہے کہ اس مقابلے کو پوری دنیا دیکھے۔ تاک نوبا کی وحاش سب کے ذہنوں پر بینچے جائے۔ اور کوئی چول بھی نہ کر سکے"۔

"اوہ..... اوہ..... لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم تو اس وقت پانی کے درمیان ہیں۔ اس نے یہ کیسے جان لیا کہ ہم کہاں ہیں"۔

"یہ میں نہیں جانتا"۔

"اوکے..... آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم دیکھ لیں گے"۔

"مگر یہ"۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

ادھر اسپلٹر چشید اور ان کے ساتھی ساکت بیٹھے تھے۔

"یہ کیا ہو گیا۔ ہم تو سوچ رہے تھے کہ جزیرہ سام کے بارے میں وہ کچھ معلوم نہیں کر سکے گا"۔

"تب پھر آپ ہمیں اجازت دیں۔ ہم اس سے مقابلے کی تیاری کر لیں"۔

"پہلے ہم اپنے میزبانوں سے بات کریں گے"۔

اب وہ آدم خوروں کے پاس آئے۔ ان سب کو جزیرے کے درمیان میدان میں جمع کیا۔ ہجودنی دنیا کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ

اب وہ آدم خور نہیں رہے تھے۔ آدم خوری سے تو انہوں نے کب کی قبضہ کر لی تھی۔ اور ان کے ہاتھوں پر وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ان سے ہی انہوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی تھی۔ تاہم ان کے کہنے پر ہجودنی دنیا کو اس سے بے خبر رکھا گیا تھا۔ اور اسپلٹر چشید وغیرہ نے بے خبراً اسی لئے رکھا تھا کہ وہ جزیرہ ضرورت پڑنے پر ان کے کام بھی آب بیا کرے"۔

"ہم نے یہاں آکر غلطی کی ہے۔ ہماری وجہ سے سب لوگ شکل میں پھنس جائیں گے۔ لہذا ہم اجازت چاہتے ہیں"۔ انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟" ان کے سردار نے پوچھ کر کہا۔

اب انہوں نے ساری بات انہیں بتائی۔ نوبا کے بارے میں بھی بتایا۔ اس کا بیو پروگرام تھا۔ اس کے بارے میں بھی بتایا۔

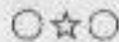
"اس طرح تو پھر آپ کے بدلے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمیں تو یہ مقابلہ کرنا ہی ہو گا"۔ سردار نے کہا۔

"نہیں۔ ہم آپ لوگوں کو بھی یہ مشورہ دیں گے کہ آپ بھی نہیں"۔

"ایسا نہیں ہو گا۔ ہمیں تو اب یہیں رہنا ہے۔ یہیں یہیں لے کے ایسیں مرس گے"۔

"تب پھر ہم بھی میں رہیں گے اور نوبا سے مقابلہ کریں گے"۔
"اور ہم بھی آپ کا اس لڑائی میں ساتھ دیں گے"۔

"خان رحمان۔۔۔ تم نے سن۔۔۔ اب کیا کہتے ہو؟"۔
"ہمیں تیاری کرنا ہوگی۔۔۔ لڑائی کی تیاری"۔
خان رحمان بولے اور اچھل کر کھڑے ہو گئے۔



فیصلہ واپس لو

انہیں اس طرح اچھتے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے
"میں کیا ہوا خان رحمان؟"۔
میں نے ساحل کی طرف کچھ آوازیں سنی ہیں"۔ وہ فوراً
اٹے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ اسکرر جمیش نے جی ان ہو کر کہا۔
"کیوں! اس میں حیرت کی کیا بات ہے، اگر میں نے کچھ آوازیں
کیں ہیں"۔

"آوازیں ہم نے کیوں نہیں سنیں۔۔۔ بلکہ سب سے پہلے تو وہ
آواز فرزاد کے کانوں میں آنا چاہیں تھی"۔
"بات معقول ہے"۔ فرزاد مسکرائی۔

"وہ آواز دراصل فوجیوں کی ہیں۔۔۔ لذا فوجی آوازیں میں ہی
ب سے پہلے سن سکتا تھا"۔

"اوہ اچھا تھی۔۔۔ کوئی سمجھتے ہیں"۔
وہ درختوں کی اوٹ لیتے ہزرے کے ساحل پر آئے۔۔۔ انہوں

لے دیکھا۔۔۔ وہاں کئی بڑی لانچیں لفڑ انداز تھیں۔۔۔ اور ان لانچیں سے سلامان اتارا جا رہا تھا۔

"یہ تو ریاست کے لوگ ہیں۔۔۔ اور شاید فی ولی کبرے نسب کرنے کے لئے آئے ہیں"۔

"جی ہاں! سی بات ہے"۔

"لیا ہم انہیں ایسا کرنے دیں جو شید؟"

"ہاں! یا لکن۔۔۔ یہ تو ہمارے روست کے ساتھی ہیں اور حکم کی قabil کرنے کے لئے آئے ہیں۔۔۔ ان سے بھلا ہمیں کیا دھنی ہو سکتے ہے۔۔۔ انہیں تو اپنا کام کرنا ہے۔۔۔ اور بس"۔

"آخر تو ہایہ مقابلہ پوری دنیا کو کیوں و کھانا چاہتے ہے"۔۔۔ رفت نے مت ہایا۔

"ہاکر پوری دنیا کو اس کے پارے میں معلوم ہو جائے"۔۔۔ رفت فوراً بولی۔

"اوڑو وہ پوری دنیا کا ہوا ہیں جائے"۔۔۔ فرزاد نے بھی جملہ کہا۔

"اور پانی کی طاقت کے آگے اب وہ بے بس کیوں نہیں ہے؟"

"ہمارے لئے سب سے پریشان کن بات یہ ہے"۔۔۔ انپکٹر جو شید بولے۔

"اگر آپ کے لئے بھی یہ بات اس قدر پریشان کن ہے تو پھر ہمارے لئے یہ بات کیا کچھ نہیں ہو گی"۔۔۔ فاروق نے یوں کھلا کر گما اور

سب لوگ مکرانے لگے۔

اسٹنے میں ریاست کے کچھ ذمے دار آفسرز ان کے نزویک ہے

"ہم مجبور ہیں"۔۔۔ ایک بولا۔

"کس سلسلے میں؟" انپکٹر جو شید نے پوچھا۔

"یہاں کبرے نسب کرنے کے سلسلے میں"۔

"تو شوق سے کریں۔۔۔ روکا کس نے ہے؟" انپکٹر کامران مرزا مکرانے۔

"اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے۔۔۔ آپ کو کوئی اعتراض نہیں"۔

"بائل نہیں۔۔۔ اعتراض کیسا؟"

"آپ نہیں جانتے شاید۔۔۔ اس صورت میں یہ مقابلہ پوری دنیا دیکھے گی"۔

"یہ تو اور اچھا ہے"۔۔۔ انپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہوں۔۔۔ اچھا خیس۔۔۔ نہیں تو اپنا کام کرنا ہے۔۔۔ کونک اس کے نورا" بعد مسڑ فویا رہاں تشریف لے آئیں گے"۔

"تب پھر ہم بھی مقابلے کی تیاری کر لیں۔۔۔ آج بھی چلیں"۔

وہ جزیرے کے درمیان میں آگئے۔۔۔ ان کے ساتھی اور سابقہ

دم خور جو آوازیں من کر پھپ کے تھے، انہیں دیکھ کر رہا تھے آگئے۔

"یہ سب کیا ہے ماں صاحب"۔۔۔ ان کے سردار نے انپکٹر جو شید

سے ڈر رہا ہے.... بلکہ اس کے زیر اڑ آ رہے ہیں.... لوگ.... بلکہ
بلکہ کے ملک.... اور وہ پوری دنیا پر چھاتا جا رہا ہے.... پوری دنیا پر اس
کی حکمرانی قائم ہوتی جا رہی ہے.... ایسے شخص سے ہم کس طرح مقابلہ
کریں گے۔ ہم نہیں جانتے.... پہلے امید کی ایک کرن نظر ہتی تھی۔
یہ کہ وہ پانی سے ڈرتا ہے.... یا پانی میں سے اس کی شیطانی طاقت نہیں
گزرتی۔ یہاں۔ اب.... ایسا لگتا ہے کہ ہم نے غلط اندازہ لگایا تھا۔
”ایسی بات نہیں ہے۔“

”تب پھر انکل.... وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کیوں نکلا تھا؟“
اعف نے پڑا سامنہ بٹایا۔

الپکٹر کامران مرزا اس کا سوال سن کر مسکرائے۔
”ایسا لگتا ہے کہ وہ ہم سے محیل رہا تھا اور ہم پر بھس رہا تھا۔۔۔
لئے ہم اب تک انہی لباسوں میں ہیں۔ اگر یہ لباس ہمارے لیے
نہ ہوئے۔ مددگار ہوتے تب وہ ہمارے نزدیک نہیں آ سکے گا۔۔۔
لہٰذا ان لباسوں کا پول کھل جائے گا۔“

”اور.... اور اس وقت انکل۔ ہم کیا کریں گے۔ کیسے اس کا
ملہ کریں گے؟“

”یہی ہمیں دیکھنا ہے.... سوچتا ہے۔ اور پوری دنیا کو دکھانا
ہے۔“

”بلکہ۔۔۔ کیا دکھائیں گے آپ پوری دنیا کو۔۔۔“

کی طرف رکھا۔ جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے اور اپکٹر جشید نے
انہیں اسلامی تعلیم دیا شروع کی تھی۔ اس وقت سے وہ انہیں ماشر
صاحب کرنے لگے تھے۔۔۔ اپکٹر جشید ان کے یہ کتنے پر بھس دیا کرتے
تھے۔۔۔

”میں آپ کو تفصیلات سناتا ہوں۔۔۔ اور آپ سے ایک بار پھر
درخواست کرتا ہوں کہ جزیرے کو خالی کر دیں۔ جہاں جاتا چاہیں چلے
جائیں۔۔۔ اس شخص سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں ہو گا۔۔۔ وہ سکتا
ہے۔۔۔ ہم سب کے سب مارے جائیں۔“

”تو کیا ہوا۔۔۔ مرتا تو آخر ایک دن ہے۔۔۔ آپ کے ساتھ
دشمنوں سے لڑتے ہوئے مارے جائیں گے تو یہ سودا منگا نہیں ہے۔۔۔“
”وہ ہو۔۔۔ آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ شخص انسان
کم ہے۔۔۔ اور کوئی اور چیز زیادہ ہے۔۔۔ کتنی بار تو ہم نے سوچا ہے۔۔۔“
انسان ہے یعنی نہیں۔۔۔ کبھی سوچا ہے۔۔۔ وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق
ہے۔۔۔ یا پھر وہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔۔۔ یا شیطان۔۔۔ بڑے بڑے
شیطان اس کے قبیلے میں ہیں۔ یا پھر وہ بڑے بڑے شیطانوں کے قبیلے
میں ہے۔۔۔ اور وہ شیطان اس سے کام لے رہے ہیں۔ دنیا میں بازار
پیدا کرنے کا کام۔۔۔ اس نے بڑے بڑے مخلوقوں کے بڑے بڑے سو ماہیوں
کو بہت آسانی سے موت کی نیند سلا دیا ہے۔۔۔ ورنہ پہلے ہر ملک اس کو
حاصل کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اب ہر ملک اس سے خوف کھا رہا ہے۔۔۔ اس

"یہ کہ حکومت صرف اللہ کی ہے... پوری کائنات کا اگر کوئی
حکمران ہو سکتا ہے... تو ایک اللہ... دنیا میں حکمرانی اس قدر بڑی نہیں
ہو سکتی... کہ انسان خود کو خدا سمجھنے لگے... جیسا کہ فرعون خیال کرنے
لگا تھا... یا پھر سخندر پوری دنیا فتح کرنے چلا تھا... لیکن راستے میں ہی
مر گیا... دنیا کو فتح نہ کر سکا۔ دنیا نے اسے فتح کر لیا۔ لذاتِ ہم تو ہا کو
بٹانا چاہتے ہیں... بادشاہی صرف اللہ کی ہے... اور ہیں"۔

"سوال تو پھر وہیں کا وہیں رہا۔... ہم اسے بتائیں گے کیسے؟"
"میں خان رحمان کو اس مم کا انتخابی بنا رہا ہوں... جو یہ کہیں
گے... جس بات کا یہ حکم دیں گے... ہم تو بس وہ کریں گے"۔ اسپر
جمشید نے یک دم کہا۔ خان رحمان زور سے اچھے
لکھ کیا۔ کیا کہا۔

ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"یا ہوا خان رحمان... ذر گئے... کہا گے؟" اسپر جمشید
ہے۔
"میں... اس میں ذرنے اور گھبراٹے کی کوئی بات نہیں...
لیکن جمشید... اس مم کا انتخابی میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس مم کے
انتخابی میں پروفیسر داؤد... پروفیسر عقلان... یا پھر خود تم...
کیونکہ یہاں مقابلہ عام فوجی مقابلہ نہیں ہو گا۔... یہ تو شاید دنیا کی بیج
ترین بچک ہو گی... لذاتِ تم اپنا فیصلہ واپس لو۔ ہاں واپس لو"۔

"آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے پروفیسر صاحب؟" وہ ان
کی طرف مرے۔

"بات خان رحمان کی معقول ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"تب پھر اس مم کا انتخابی میں آپ کو بناتا ہوں"۔

"لیا... نہیں"۔ وہ چلاتے

"آپ آپ کو کیا ہو؟"

"جمشید... میری ایک درخواست ہے... یہ کہ اس مم کے
انتخابی میں خود رہوے تم جو کو گے... ہم کریں گے"۔

"میں بھی یہی کہتا ہوں"۔ پروفیسر عقلان بول اٹھ۔

"بلکہ ہم سب یہی کہتے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"عد ہو گئی... اچھا میں اس کا انتخابی منور علی خان کو بناتا
ہوں"۔ انہوں نے فوراً کہا۔

"لکھیا بات کرتے ہیں... میں اس وقت بچکل میں نہیں... ایک
جزیرے پر ہوں... لذاتِ ہم کوئی غاص کام نہیں دکھا سکوں گا... ہاں
لڑکوں گا۔ اور جو مجھے حکم دیا جائے گا۔ اس پر عمل کروں گا...
انتخابی میں نہیں بن سکتا"۔

"اوو کے۔ تب پھر بجھوڑی ہے... میں ہی یہ تو سے داری تھوں
کرتا ہوں... اور میرے ساتھ دوسرے انتخابی ہوں گے اسپر کامران
مرزا"۔

"آپ کی حضرت اس جزیرے پر نکال دی جائے گی۔"

"تب میں خود کو سب کے سامنے ظاہر کرتا ہوں۔ اب یہ مقابلہ غائبانہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ پوری دنیا کے لوگ میں دی سکرین پر نظریں جمانے پڑتے ہیں۔ اس مقابلے کے بعد میری اس دنیا پر حکومت کی ہو جائے گی۔"

ان الفاظ کے فوراً "بعد انہیں تو بہ اپنے سامنے کھرا نظر آیا۔" وہ
جوت زدہ رہ گئے۔

"یہ... یہ کیسے ممکن ہے... یہ تو بالکل پرانے زمانے کی جادوگی کمانشوں والی بات ہو گئی۔ کہ اوہر پلک جھپکو۔ اوہر جن حاضر ہو گیا۔ اوہر پلک جھپک۔ اوہر جادوگر قلاں محل میں پہنچ گیا۔ اور شہزادی کو انھا لے آیا۔۔۔ ابھی آپ کی صرف آواز یہاں سنائی دے رہی تھی۔۔۔ اب آپ خود ہمارے سامنے ہیں۔۔۔ کیا آپ جادوگر ہیں۔"

"نہیں۔۔۔ میں جادوگر نہیں ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیا آپ کوئی شیطان ہیں۔" انپکٹر جشید روانی کے عالم میں ہے۔

"نہیں۔۔۔ میں شیطان بھی نہیں ہوں۔" وہ ہنسا۔

"تو کیا آپ کوئی جن ہیں؟"

"نہیں۔۔۔ میں جن ون نہیں ہوں۔"

"تب پھر یہ کیسے ممکن ہے۔۔۔ آپ جادوگر نہیں ہیں۔۔۔ شیطان

"یہ نہیں ہو سکتا۔ ایک وقت میں ایک ہی انچارج ہوتا ہے۔۔۔
وہ نہیں۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ اچھا خیوب۔ آپ میرے مشیر ہوں گے۔ مشورہ تو دے دیں گے تا۔"

"ضرور۔۔۔ کیوں نہیں۔" وہ ہنسے۔

اوہر کیبر نصب ہو رہے تھے۔ اوہر وہ اپنے مشورے کر رہے تھے۔۔۔ آخر تین دن گزر گئے۔۔۔ کیبر نصب ہونے کا کام کب کا تکملہ ہو چکا تھا۔۔۔ دنیا بھر کے اخبارات میں اس مقابلے کے اشتہارات نوباتی طرف سے شائع کرائے جا رہے تھے۔۔۔ اور آخر تین دن بعد مقابلے کی گھڑی آ پہنچی۔۔۔ انہوں نے جزیرے کی فضائیں تو بائی آواز سنی۔

"میں آ رہا ہوں۔"

"ہم آپ کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہیں۔" انپکٹر جشید نے گویا اعلان کیا۔

"یہ جان کر خوشی ہوئی۔"

"مقابلہ کر کے اور خوشی ہو گی۔" انپکٹر کامران مرزابولے۔

"یہ جان کر اور خوشی ہوئی کہ کوئی تو ہے۔۔۔ جس نے میرے مقابلے پر آئے کی جرات کی۔۔۔ درنہ اشارجہ اور بیگال جیسے بھیکی ملی بن کر رہ گئے ہیں۔"

یا جن نہیں ہیں..... تو آپ اچانک ہمیں کس طرح لفڑ آگئے۔ جب کہ تھوڑی دیر پسلے نظر نہیں آ رہے تھے۔ اور کسی نے آپ کو آتے دیکھا بھی نہیں ہے..... ہم ایک جزیرے پر ہیں۔ آپ لوگ کسی ذریعے سے جزیرے پر آتے تو سب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ آخر کیوں۔"

"میں یہاں آپ کو یہ بتانے نہیں آیا کہ میں کیا ہوں۔ یا میرے پاس کیا طاقت ہے۔ میں تو آپ سب کو ملیا میٹ کرنے آیا ہوں۔ آپ اس مقابلہ کریں۔ کوئی کہ پوری دنیا کی نظر ہم پر بھی ہیں۔"

"اوے کے۔ آپ کس طرح مقابلہ کرنا پسند کریں گے؟"

"یہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔ جس طرح بھی مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں کر لیں۔ اگر آپ یہ کہیں گے کہ میں ہاتھ پر بالکل نہیں چلاوں گا۔۔۔ اور آپ لوگوں کو وار پر وار کرنے کی اجازت دوں گا۔۔۔ تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔۔۔ میں نہ ہاتھ ہاؤں گا۔۔۔ نہ ہجھ۔۔۔ آپ سب مل کر مجھ پر جس طرح چاہیں وار کریں۔۔۔ تموار لے کر وار کریں۔۔۔ تو پلے کروار کریں۔۔۔ پستول کے وار کریں۔۔۔ چاقو یا بخچر کے وار کریں۔۔۔ میں کچھ نہیں کروں گا۔"

"پکی بات۔۔۔ فرزان بولی۔

"ہاں۔۔۔ بالکل پکی بات۔"

"آپ کا یہ اعلان پوری دنیا سن رہی ہے۔۔۔ آپ پھر نہ جائیے گا ن اعلان سے۔"

"ہرگز نہیں پھر گوں گا۔"

"بہت خوب۔۔۔ اب اب یا ان اب جگ کا آناز ہو جانا چاہیے۔۔۔ ان دوسروں کے وقت کا بھی احساس کرتا ہے۔۔۔ اور اپنے وقت کا۔۔۔ ہمیں ابھی اور نہ جانے کتنے کیس حل کرنا ہیں۔"

"اودہ ہاں واقعی۔۔۔ اسکے جو شید یوں۔

"یہ بُری پاگل لگتی ہے۔۔۔ تو بُری ہے۔

"ہم۔۔۔ سب پاگل ہیں۔۔۔ آسف بول الحمد۔

"ہم نے آپ سے ایک بات نہیں پوچھی مسٹر قوبای۔۔۔ ایسے میں بول پڑا۔

"اور وہ کیا؟"

"ہم آپ کی لاش کا کیا کریں۔۔۔ آپ اس بارے میں اپنی آنکھاں تھا دیں۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی؟۔۔۔ تو بُری چاہیا۔

"بہب آپ اس مقابلے میں مارے جائیں گے۔۔۔ تو ہم لاش کا لیندا۔۔۔ اس کو سمندر میں ڈبو دیں۔۔۔ یا اس جزیرے پر دفن کر۔۔۔ فرعون مصر کی طرح میں بنا کر حفاظ کر چھوڑیں۔۔۔"

"یہ کیا فضول باتیں شروع کر دیں۔۔۔ اس بُری کے نے اسکے

جشید"۔

"شوکی..... بڑی بات ہے"۔

"تی نہیں ہے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا نہیں ہے"۔ اسکلر جشید اس کی طرف مڑے اور اسے بڑی طرح گھوڑا بھی کیونکہ پوری دنیا کی نظر س ان پر جب تھیں۔

"یہ بات بڑی نہیں ہے..... کیا مرنے والے کی آخری خواہش نہیں پوچھی جاتی؟" شوکی نے سرد آواز میں کہا۔

اس کے لمحے پر سب ساکت رہ گئے۔ سٹ پٹا سے گئے۔ "وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے..... شوکی اس لمحے میں بھی بات کر سکا ہے۔

پھر جیسے ان سب کو ہوش آگیا۔ اسکلر جشید فوراً بولے۔

"مسٹر شوکی نے بالکل صحیح کہا۔ آپ اپنی لاش کے پارے میں وہیت کر جائیں۔ ہم آپ کی خواہش کا احترام کریں گے"۔

"لیکن بھی..... یہ لاشیں تو یہاں آپ سب کی گردی پڑی نظر آئیں گی۔ لذا یہ بات آپ مجھے بتائیں"۔

"او کے۔ ہمیں آپ ہمیں دفن کروادیجھے گا۔ کہیں لے جانے کی ضرورت نہیں"۔ اسکلر جشید بولے۔

"بہت خوب! اب ہاتھی بہت ہو گئیں.... کام شروع کریں۔ میں آپ سب کے سامنے موجود ہوں"۔

"ماستر صاحب۔ آپ ووگ ایک طرف ہٹ جائیں..... پہلے ہم

ل سے ٹویں گے۔ ہمارے ذہر میں مجھے تم اس کے جسم کو چھلنی کریں گے۔ اور یہ انہوں نہیں سکے گا"۔

"اچھا۔ پسلے تم اپنا خواہش پوری کرلو"۔

"یہ کہ کروہ ایک طرف ہو گئے۔ بلکہ درختوں کی اوت میں پہنچے جزوئے کے لوگ پسلے ہی درختوں کی اوت میں تھے۔ لذا ب میدان میں صرف نوبا نظر آ رہا تھا۔ اچھاں چاروں طرف سے لہ پر تیروں کی پارش شروع ہو گئی۔ بے تھاشا تیر اور ہر سے اور ہر سے اس کے جسم میں داخل ہوئے۔ اور دوسری طرف سے کل گئے۔ دیکھنے والوں نے صاف دیکھا۔ تم اس کے جسم میں داخل ہے اور دوسری طرف سے باہر نکل رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا تیر ختم ہو گئے۔ اور نوبا جوں کا توں کمرہ نظر آیا۔ اب تو وہ چلا

"نہیں۔ نہیں۔ یہ انسان نہیں ہے"۔

"ہاہاہا"۔ نوبا کا قفسہ گونجا۔ پھر وہ یک دم رک گیا اور بولا۔

"اسکلر جشید۔ زدیک آ کر مجھے چھو کر دیکھیں۔ کیا میں

میں پست کا انسان نہیں ہوں۔۔۔ ہاں ہاں۔۔۔ ہمیں۔۔۔ دیکھیں"۔

اسکلر جشید درخت کی اوت سے نکل کر اس کی طرف پڑھتے

یہ انسان نہیں

میدان میں ہر طرف تحریک تحریر پڑتے تھے... ان پر چلتے ہوئے اسکلر جمیش اس کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔
”یہ لیں۔۔۔ بجھ سے ہاتھ ملا کر دیکھیں۔۔۔ کیا میں انسان نہیں ہوں؟“

انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔۔ وہ ہاتھ ایک جیتے جائے انسان کا تھا۔۔۔ انہوں نے اس کو دیا کر، پلا کر، جھٹک کر دیکھا۔۔۔ جب انہوں نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔۔۔ تو اس کا پورا جسم مل کر رہ گیا۔۔۔ انہوں نے تحریک کے لئے ایک اور جھٹکا دیا۔۔۔ وہ پھر بڑا۔۔۔
”اس میں شک نہیں کہ تم انسان ہی ہو۔۔۔“ اسکلر جمیش نے اپنا فیصلہ سنایا۔

”تب پھر تیر مشرنویا کو کیوں نہیں لگے؟“ فاروق بولا۔

”یہ تو خیر ایسی کوئی خاص بات نہیں۔۔۔ ایسی لمبیں تو میں تمہارے جسم کے گرو قائم کر سکتا ہوں۔۔۔ جو تمیں تھیں تھوڑوں، تھواڑوں اور نیزوں اور بجاویں سے بچائیں۔۔۔“

”اوہ ہاں۔۔۔ اس قسم کی مثالیں سامنے آچکی ہیں۔۔۔ لٹڑا یہ کوئی نہ بات نہیں۔۔۔“

”تب پھر اب میں خاص چیز دکھاؤں گا۔۔۔“ نوبابہا۔
”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اب تم لوگ کیا کرو گے۔۔۔ ایک وار تو غالی۔۔۔“

”میں تیزے کے وار کروں گا۔۔۔ منور علی خان بول اٹھے۔۔۔“

”انکلر جمیش۔۔۔ اپنے اس شکاری ساتھی کو بھی حرث پوری نہ دیں۔۔۔“

”منور علی خان آگے آ جاؤ۔۔۔“

منور علی خان ایک تیزے کو ہاتھ میں توتلتے ہوئے آگے بڑھے انکلر جمیش والپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔۔۔ پھر ہونی وہ اس کے پہنچے، انہوں نے نیزہ اس کے سینے میں گھوٹ دیا۔۔۔ نیزہ سید حافظ کے سینے میں داخل ہوا اور کرکی طرف سے اس کی نوک تکلی نظر۔۔۔ لیکن نوبابہوں کا توں کھڑا رہا۔۔۔ اور منور علی خان نے خوف زدہ نہ کہا۔۔۔

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ انسان نہیں ہے۔۔۔“

”ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ ائمہ قدموں اپنی جگہ پہنچ گئے۔۔۔“
لیکن کے جسم میں ہی رہ گیا۔۔۔ اس کو خود نوبابہ نے نکال کر پھیکھا۔۔۔

وہاں... انہوں نے دیکھا۔ نیزے پر کوئی خون نہیں تھا۔

"یہ... یہ کیا جمیش؟" خان رحمان کا پر گئے۔

"بھی سمجھا کر یہ شخص پٹنازم کا بہت بڑا ماہر بھی ہے۔
نیزہ اس کے جسم میں داخل ہوا ہی نہیں۔ اگرچہ سب کوئی نظر آیا
ہے۔"

"اوہ... اوہ۔" سب کے مند سے نکلا۔

"ہلہلا۔" تو بنا نے قمقہ لگایا۔

"یہ نہیں کیسی؟" انپکٹر جمیش نے مند بھایا۔

"کیا کہا۔ میں پٹنازم کا ماہر ہوں۔"

"ہاں! اور کیا؟"

"کیا ایک پٹنازم کا ماہر دوسرے پٹنازم کے ماہر کی آنکھوں میں
دیکھ کر یہ اندازہ لکا سکتا ہے۔ کہ وہ کتنا بڑا ماہر ہے۔۔۔ ماہر ہے یا
نہیں۔۔۔ اور پٹنازم کا ایک ماہر کسی ایسے آدمی کی آنکھوں میں دیکھ کر جو
پٹنازم نہیں جانتا، اندازہ لگاتا ہے کہ اسے پٹنازم نہیں آتا۔"

"ہاں بااکل۔"

"اور آپ بھی پٹنازم کے ماہر ہیں۔"

"ہاں۔" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب پھر آپ زدیک آ کر میری آنکھوں میں دیکھ لیں۔۔۔ میں
پٹنازم کا ماہر ہوں یا نہیں۔۔۔ اگر ہوں تو کتنا بڑا۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے کہا اور اس کے زدیک چلے
گئے۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔۔۔ پھر فوراً
یہ پیچھے ہٹ آئے۔۔۔ خاموش خاموش سے۔

"کیا ہوا ااکل؟" رفتہ نے بے چینی کے عالم میں پوچھا۔
"یہ شخص پٹنازم کا ماہر نہیں ہے۔"

"کیا!!!" وہ سب چلا اٹھے۔

"ہاں! بات لکی ہے۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ اگر یہ صاحب پٹنازم کے ماہر نہیں
ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم سب نے نیزہ اس کے جسم میں داخل
ہوتے خود دیکھا ہے۔۔۔ اس صورت میں تو اس کے جسم سے خون لٹکا
لے گئے۔۔۔"

"اوہ ہاں۔۔۔ واقعی؟" وہ بولے۔

"اور خون نہیں لٹکا۔۔۔ تو پھر۔۔۔"

"کچھ اندازہ نہیں ہو رہا۔۔۔ خیلے ہم مقابلہ تو کریں گے۔۔۔
لیق اب تم آگے بڑھو۔۔۔ مقابلہ کرو۔۔۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔۔۔ تم سے
لیق مقابلہ کرتے ہو مسٹرنو بولا کا۔۔۔"

"مگر۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔ یعنی کہ آپ کا مطلب ہے۔۔۔ میں۔۔۔ میں۔۔۔
لیق بری طرح ہکلایا۔۔۔"

"ہاں بھی تم۔۔۔ اور کیا کہا میں نے۔۔۔ آگے بڑھو اور مقابلہ

کرو... کیا منور علی خان نے مقابلہ نہیں کیا؟"

"تھی... تھی ہاں... انہوں نے نیزے کا وار کیا ہے۔"

"تم بھی وار کرو... کس چیز سے وار کرتے ہویے یہ تمہاری اپنی

بھروسہ کی بات ہے۔"

"تھی... تھی اچھا... آپ کی مرضی۔" فاروق نے لرز کر کہا۔

"یہ تم نے کیا کہا۔ آپ کی مرضی۔" اسپنہ کامران مرازا ہے۔

"تھی... تھی بس... یہی کہا ہے، آپ کی مرضی۔"

"لیکن یہ کہنے سے مطلب کیا ہے تمہارا؟"

"یہ کہ آپ کی مرضی۔" فاروق نے گزرا کر کہا۔

اور وہ سب ہنسنے لگے۔

"واہ!" نوبا کے مند سے نکلا۔

"چلو ایک عدد وادا تو ملی۔" آفتاب خوش ہو کر پولा۔

"لیکن یہ واہ مسٹرنوبا کے مند سے نکلی کس خوشی میں ہے۔"

فرحت نے کہا۔

"یہ تو مسٹرنوبا ہی بتا سکتے ہیں۔"

"اس لئے نکلی... کہ ان حالات میں جب کہ موت تم لوگوں

کے سر پر منڈلا رہی ہے... تم فس سکتے ہو۔"

"اوہ! یہ تو کوئی خاص بات نہیں۔" فاروق نے منہ بٹایا۔

"ام پاؤں میں الجھ گئے... مقابلے کا وقت نکلا جا رہا ہے۔"

پروفسر داؤڈ بولے۔

"تھی... کیا کہا... وقت نکلا جا رہا ہے۔ نہ نہیں تو... یہاں تو کوئی وقت سرے سے طے ہی نہیں ہے۔" آخر نے پوکھلا کر کہا۔
"اوہ ہو... پھر بھی آخر ہمیں مقابلہ تو کرنا ہے۔"

"ہاں! وہ تو کرنا ہے اور کریں گے... مسٹرنوبا بھی کیا یاد کریں
کے۔"

"مغل نہ کرو... تم لوگوں کی موت کے بعد میں اکثر تمہارا ذکر کیا
کروں گا۔" نوبا نہ سما۔

"لیکن مسٹرنوبا... یہ کام آپ ہماری زندگی میں کیوں نہیں کر
لیئے؟" محض منہشیا۔

اور وہ ایک بار پھر ہنسنے لگے... نوبا بھی نہ دیا... پھر فاروق
ایک ایک قدم اس کی طرف پڑھتا نظر آیا، ایسے میں وہ بولا۔
"ہوشیار مسٹرنوبا... میں آ رہا ہوں۔"

"آ جاؤ... مجھے ہوشیار ہونے کی ضرورت نہیں... آنکھیں بند
کر کے بھی یہ مقابلہ کر سکتا ہوں۔"

"اڑے باپ رے... ایسا دلہن تو آج سے پہلے دیکھا نہ سن۔"
فاروق بولا۔

"تو آج دیکھ بھی لو اور سن بھی لو۔" اس نے نہ کر کہا۔
"مسٹرنوبا... آپ بتا کیوں نہیں دیتے... آخر آپ ہیں کیا

"ایک عجیب و غریب جیسے ہے آپ لوگ کچھ سمجھنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوئے اب تک، جب کہ ایک دنیا بھے کچھ رہی ہے۔"
 "پاگل پاگل پاگل دنیا۔" آفتاب نے جل کر کہا۔
 "لیکن سب سے پڑے پاگل تم ہو۔ آخر مجھ سے گمراہ کر پاش پاٹ ہونے میں تمہیں کیا فائدہ نظر آتا ہے۔"
 "برائی کو ختم کرنا ہمارا کام ہے۔ تھا کہ تم گے تو خود ختم ہو جائیں گے۔ برائی میں جینے سے یہ کمیں بہتر ہے۔"
 "تو میں ایک برائی ہوں۔"

"ہاں مشرنو با۔ آپ ایک برائی ہیں۔ دوسروں کی آزادی سلب کر لینا چاہتے ہیں۔ دوسروں کو اپنا غلام بنانے پر تھے ہیں۔ جب کہ اس دنیا میں سب کو آزادانہ زندگی گزارنے کا حق ہے۔ آخر لوگ یہ حق کیوں چھین لینا چاہتے ہیں۔"

"مجھے دوسروں سے کیا لیتا۔ میں تو بس اپنی بات کر سکتا ہوں اور میری اپنی بات صرف یہ ہے کہ اس سارے معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں۔"

"کیا مطلب یہ کیا بات ہوئی۔ اس سارے معاملے میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔"
 "ہاں! میرا کوئی قصور نہیں۔"

"آخر کیسے؟"

"آپ کی دنیا نے مجھے یہی خیالات عطا کیے ہیں۔"

"ہم سمجھے نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں مشرنو با۔"

"میں اس بات کی مزید وضاحت نہیں کر سکتا۔"

"خیر میں سمجھے گیا۔ آپ پروفیسر شیبان کے بیٹے ہیں۔ پروفیسر

شیبان کو اس دنیا نے دکھ دیا۔ ان کی حق تخلی کی۔ جس کی وجہ سے

وہ دنیا اور دنیا کے لوگوں سے بھرپور نفرت کرنے لگے۔ اور انہوں نے

یہ ساری نفرت آپ کے اندر بھر دی۔ میں خلاط تو نہیں کہ رہا۔"

"ایک حد تک۔"

"ایک حد تک کیا مطلب۔ مکمل طور پر کیوں نہیں؟"

"اس لئے کہ۔ بھی۔ سوریا۔ آجاؤ تم بھی ذرا۔" اس نے

ز جانے کے آوازوں۔

"اوکے مشرنو با۔ میں آرہا ہوں۔"

اور پھر انہیں ساحل کی طرف ایک اسی کی عمر کا نوجوان آتا نظر

ایسا۔

"وہ حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھتے رہے۔ جو شیو وہ نزدیک

ایسا۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ نوجوان تو وہی تھا تھے وہ نوبا کے ساتھ

بٹ میں دیکھتے رہے تھے۔

"اُرسے۔ یہ تو وہ ہے۔ مشرنو با آپ کا ماڈم۔"

”آپ اسے میرا ملازم خیال کرتے رہے..... لگ بھی اسے میرا ملازم خیال کرتا رہا اور میں نے اس وقت ہٹانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی..... لیکن آج ہتارہ بھوں کسی۔“

”لکر یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے۔“ فرزاد بول انھی۔

”بیان! درست اندازہ لگایا۔“ وہ مسکرا دیا۔

”اگر یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا ہے۔ تو پھر آپ کون ہیں؟“

”پروفیسر شیبان کا۔۔۔ خیر جانے دیں۔۔۔ اور لڑائی لیں۔“

”آپ پھر ہتاتے ہتاتے رک گئے۔“ انکشہر جمیل نے اسے گھوڑا۔

”بس میں ہٹانا نہیں چاہتا۔“

”آخر یہ راز کیا ہے؟“

”یہ راز رازی ہے کہ قاتل ہے۔“

”چلو فاروق۔۔۔ لڑ کر دکھاؤ۔“ انکشہر جمیل نے کہا۔

”مل۔۔۔ لیکن کیسے۔۔۔ کس چیز سے؟“ فاروق نے یوکھلا کر کہا۔
نوبا کے مند سے قند نکل گیا۔

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“ فرزاد نے جھٹا کر کہا۔

”کیا۔۔۔ طلب۔۔۔ یہ پوچھنے کی بات ہی نہیں ہے۔“ فاروق نے اسے گھوڑا۔

”ہناکل نہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“ فاروق نے کہا اور نوبا کی طرف پڑھا۔

”ایسا اچھی بات ہے۔“ رفعت نے فوراً کہا۔

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔“ فاروق نے جل کر کہا۔

”حد ہو گئی۔“ رفعت بھٹا اٹھی۔

”میں آ رہا ہوں مسٹر نوبا۔۔۔ تیار ہیں آپ؟“

”اور نہیں تو کیا۔“

”لبجھے پھر۔“ یہ کہ کر فاروق بے تحاشا نوبا کی طرف دوڑا۔۔۔

لیکن پھر اچانک اس نے اپنا رخ سوریا کی طرف کر دیا۔۔۔ سوریا اس سے

پہلے بے غیر کھڑا تھا۔۔۔ فاروق کا رخ اچانک اپنی طرف ہوتے دیکھ کر وہ

بوکھلا گیا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا۔۔۔ فاروق اس سے پوری

قوت سے ٹکرایا۔۔۔ اور اس رخ سے ٹکرایا کہ سوریا اچھل کر نوبا سے جا

ٹکرایا۔۔۔

سوریا کے مند سے ایک دل دوز جمع ہلکی۔۔۔ نوبا سے گمرا کروہ

بہت اونچا اچھلا اور زمین پر گر کر بری طرح ترپنے لگا۔۔۔ جب کہ نوبا

اپنی چمک سے بلا سکن نہیں تھا۔

”یہ کیا کیا؟“ وہ چلا انجا۔

”حمد۔“ فاروق بھی چھڑا۔

”میں تمہاری ایسی کی تیسی کروں گا۔۔۔ عکنی کا نامق ناچے نظر کو

کے، اس سے بھی کچھ نہ بنا تو ایسیاں رگز رگز کر مر جاؤ گے۔۔۔ پھر کوئی

جملے میں

ان کی زندگی میں بہت سے حیرت ناک لمحات آئے تھے.... اس قدر حیران کن مناظر سانے آئے تھے کہ کیا کسی اور کسی زندگی میں آئے ہوں گے۔ یعنی سراغر سلطی کا پیشہ اختیار کرنے والوں کو۔ لیکن آج اس وقت وہ جس قدر حیران ہوئے۔ پہلے بھی نہیں ہوئے تھے.... جب انہوں نے نوبا کے منڈ سے یہ سنا کہ اس منٹے میں پچھو تھا۔۔۔ مارے جیرت کے ان کے من کھلے کے کھلے رہ گئے۔۔۔ اور آنکھیں پہلی کی پہلی یہ گئیں۔۔۔

”آپ۔۔۔ آپ نے کیا کہا۔۔۔ اس جملے میں پچھو تھا۔۔۔ کون سے جملے میں۔۔۔“

”اپکڑ جشید نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا۔۔۔ تو اس منٹے میں کچھ تھا۔۔۔“

”لیکن کیا تھا؟“ قاروق نے حیران ہو کر کہا۔

”وہ پتا نہیں۔۔۔ نوبایو لا۔۔۔“

”حیرت ہے۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ ایک طرف تو آپ کہ رہے ہیں

تسارا نام بھی لینے والا نہیں ہو گا۔۔۔ یہ کہ کرنوبا خوفناک انداز میں قاروق کی طرف پڑھا۔

”آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبا۔۔۔ اپکڑ جشید فوراً یوں نوبا کے جسم کو ایک جھکا لگا۔۔۔ یوں میسے وہ اچانک ہوش میں آگیا ہو، اس نے آنکھیں پھاڑ چھاڑ کر ان کی طرف دیکھا۔۔۔ پھر وہ عجب سے انداز میں بولا۔۔۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا؟“

”لک۔۔۔ کمال۔۔۔ کیا۔۔۔ ہمیں تو ہمارا دور دور تک نظر نہیں آ رہا کچھ۔۔۔ آنکتاب نے منہ بنایا۔۔۔“

”اس۔۔۔ اس جملے میں کوئی بات تھی۔۔۔“

نوبانے خوف میں ڈوبے لیجے میں کہا۔

○☆○

اس بیٹے میں کچھ تھا جس نے آپ کو خوف میں جتنا کر دیا۔ دوسری طرف کہ رہے ہیں کہ پتا نہیں کیا تھا۔ آخر یہ کیا بات ہوئی؟"

"پتا نہیں"۔ اس نے پھر کہا۔

"حد ہو گئی۔ اب اجان آپ بتائیں۔۔۔ اس بیٹے میں کیا تھا"۔

"پتا نہیں"۔ انہوں نے بھی کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور زیادہ حد ہو گئی۔ کیا آپ سمجھدہ ہیں۔ یا آپ نے یہ جملہ مذاق میں کہا ہے"۔

"میں موت کی حد تک سمجھدہ ہوں"۔

"ارے باپ رے۔۔۔ خیر۔ آپ اب اس حد تک بھی سمجھدہ نہ ہوں"۔ محمود نے بوکھلا کر کہا۔
ب سکرا دیے۔

"تو کیا آپ کو واقعی معلوم نہیں کہ اس بیٹے میں کیا تھا؟" فرزان نے ان کی طرف دیکھا۔

"نہ نہیں۔۔۔ بالکل نہیں"۔

"اور مسٹر نوبال۔ آپ کو؟" فرزانہ بولی۔

"نہ نہیں۔۔۔ بالکل نہیں"۔ اس نے بھی انہی کے انداز میں کہا۔

"حد ہو گئی۔۔۔ اب کیا ہو گا"۔ فرشت چالائی۔

"حد ہو تو گئی۔۔۔ اور کیا ہو گا"۔ آفتاب نے منہ بٹایا۔

"انکل آپ ایسا کریں۔۔۔ ایک بار پھر یہ جملہ ادا کریں ذرا"۔
فرحت نے تسلیم ہوئی۔

"اوہ ہاں۔۔۔ واقعی"۔ اسپکٹر جمشید نے چونکہ کہا اور جملہ ادا کرنے کے لئے من کھوڑا۔۔۔ عین اس وقت وہ چلا انھا۔

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ اسپکٹر جمشید نہیں"۔

"اکی مطلب۔۔۔ یہ آپ نے کیا نہیں کیا تھیں کی لائسنس لگا دی۔۔۔ کچھ نہیں بچا کر بھی رکھ لیں۔۔۔ ضرورت پڑنے پر کام آئیں گے"۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبال"۔ اسپکٹر جمشید نے بالکل اسی انداز میں کہا۔

نوبال کے جسم کو ایک جھنکا سا لگا جیسے بھلی کا کرنٹ لگا ہو۔۔۔ جب کہ پہلی مرتبہ انہوں نے یہ جملہ بولا تھا، اس وقت اسے جھنکا نہیں لگا تھا۔

"اوہ ہو۔۔۔ جملہ ترقی کر رہا ہے"۔ فرزانہ چالائی۔

"تو پھر انکل ایک بار اور سسی"۔

"آخر اس نے کیا کیا ہے مسٹر نوبال"۔ وہ بولے۔

اس بار اسے اور زور سے جھنکا لگا۔

"وہ مارا۔۔۔ اس طرح تو نوبال کو سکھا دیں سبق"۔

"ختم کرو"۔ اسپکٹر جمشید نے برآ سامنہ بٹایا۔

"ختم کرو۔۔۔ کیا ختم کریں۔۔۔ کیا مسٹر نوبال کو ختم کریں"۔

"نہیں۔ اس مذاق کو۔ جملے والے مذاق کو۔"

"ہم سمجھے نہیں۔ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔"

"جملے کا مذاق بست ہو لیا۔۔۔ قادری اب آگے بڑھو اور نوبات مقابلہ کرو۔۔۔ تمہارا پہلا وار بست خوب صورت رہا۔۔۔ اس کی جس تدریجی داد دی جائے کم ہے۔"

"لیکن انہوں نے یہ داد میرے کس کام کی۔" اس نے متھا لیا۔

"دیکھوں کیوں۔۔۔ کیا ہوا بھی۔"

"یہ تو صرف شاعروں کے کام کی چیز ہے اور بس۔"

"اوہ باب دا قی..... یہ تو ہے۔"

"یہ تم لوگ کیا پاتیں کرنے لگے۔" نوبات غرایا۔

"ہمیں۔۔۔ آپ میں اب بھی ہم پر غرانے کی ہمت ہے۔"

"میں نے کہا تاں۔۔۔ ختم کرو۔" اسپلر جشید نے براسامنہ بنا لیا۔

"آخر ہم کیا ختم کریں اکل۔۔۔ یہ بھی تو تناہیں نا۔" شوکی نے براسامنہ بنا لیا۔

"بھی بھی اس نے ہم سے دوسرا خوب صورت مذاق کیا ہے۔"

"وو سرا خوب صورت مذاق۔۔۔ یہ آپ نے ایک اور الجھن میں بھلا کر دیئے والا ہمہ بول دیا۔۔۔ ہمیں تو پسلے خوب صورت مذاق کا ہی نہیں پتا۔"

اوھر نوبات کا جملہ سن کر بری طرح چونکا۔۔۔ پھر اس کے مذ

سے بے ساختہ کھل گیا۔"

"بست خوب اسپلر جشید۔"

"حد ہو گئی۔۔۔ انہوں نے تعریف شروع کر دی۔۔۔ اور ہمیں سر پیر کا پتا نہیں۔۔۔ بات ہے کیا؟"

"میں نے جب یہ جملہ بولا۔۔۔ آخر اس نے کیا کیا ہے مشر نوبات۔۔۔ تو اچھا کہ مشر نوبات سو جھ گئی۔۔۔ اس جملے سے ان پر کوئی اڑ دڑ نہیں ہوا تھا۔۔۔ یہ ایکٹھ کر رہے تھے۔۔۔ اور ہمیں بلاوجہ خوش کر رہے تھے۔"

"من نہیں۔۔۔ وہ چلتے۔"

"حیرت ہے اسپلر جشید۔۔۔ آپ نے اس بات کو بھانپ لیا۔"

"لیکن پہلا مذاق کیا تھا۔۔۔ اب ذرا یہ بھی بتا دیں۔"

"مشر نوباتے شروع سے ہمیں یہ احساس والانے کی کوشش کی۔۔۔ کہ یہ ہم سے کسی وجہ سے خوف زدہ ہیں۔۔۔ اس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ ان کا کوئی کمزور پہلو ہے۔۔۔ جس کسی وجہ سے یہ ہم سے خوف کھاتے ہیں۔۔۔ پھر جب ہم پانی میں اتر گئے۔۔۔ تو انہوں نے اپنا کام دکھانا بند کر دیا اور یہ ظاہر کیا۔۔۔ گوا اب انہیں میرے بارے میں کوئی خبر نہیں رہ گئی کہ ہم کہاں ہیں۔۔۔ اس طرح ہم نے یہ بتیجہ نکالا کہ پانی کی موجودگی میں یہ ہمارا سمجھ نہیں بگاڑ سکتے۔۔۔ لہذا ہم نے پانی کے لباس بنالیے۔۔۔ لیکن بعد میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ صرف ایک مذاق

ہوں۔۔ آپ لوگ میرا بال بیکار نہیں کر سکتے۔۔ آپ نے دیکھا
نہیں۔۔ میں نے تو بیگان اور انتشار پر جیسی طاقتون کو جلد کر کے رکھ دیا
ہے۔۔ اُنہیں بھی سبزی خلائی میں آنا پڑا گیا ہے۔۔

”اہ! تم اندازہ لگا سکتے ہیں۔۔ یہیں سوال یہ ہے کہ۔۔“
اپکے جشید کرنے کے لئے رک گئے۔۔ اچاک اُنہیں ایک خیال آیا تھا۔۔
انہوں نے فوری طور پر ساحل کی طرف دوڑ کا دی۔۔

”ارے ارسے۔۔ یہ کیا۔۔ آپ کہاں دوڑے جا رہے ہیں۔۔“
تو بیچلا اٹھا۔۔

انہوں نے کوئی جواب نہ دی اور دوڑ جاری رکھی۔۔ یہ دیکھ کر
تو بیان کے ہتھے دوڑ پڑا اور پھر تو جسمی گویا ساحل کی طرف دوڑنے
لگے۔۔

”اوہ۔۔ کیا مصیبت آگئی ہے۔۔“ پروفیسر داؤڈ نے جھاکر کہا۔۔
”شاید جشید کو کوئی بہت اہم بات سوچی گئی ہے۔۔ اسی لئے تو
تو بیک اس کے ہتھے دوڑ پڑا ہے۔۔“ غان رحمان یوں۔۔
”اوہ۔۔ ہا۔۔ واقعی۔۔“

بے تحاشا دوڑتے ہوئے وہ سب ساحل پر ہجھن گئے۔۔ اپکے
جشید وہاں سب سے پہلے پہنچے تھے۔۔ اور واپس مڑکر ان کی طرف
دیکھنے لگے تھے۔۔ گویا باقی لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔۔ ان تک سب
سے پہلے تو بیا پہنچا۔۔

تحا۔۔ مشر نہا کو پانی سے کوئی خوف نہیں ہے۔۔ اسی لئے تو یہ اس
وقت یہاں موجود ہیں۔۔“

”اوہ ہا۔۔ واقعی۔۔“ غان رحمان پکارا۔۔
”آپ کا یہ اندازہ بھی باکل درست ہے۔۔ آپ واقعی اندازے
لگانے میں بہت ماہر ہیں۔۔“

”اس بات کو چھوڑیں۔۔۔ اب یہ بتا دیں۔۔۔ آپ آخر ہیں کیا۔۔۔
آپ ہماری ابھن دور کیوں نہیں کر دیتے۔۔“ اپکے جشید نے کہا۔۔
میں اس وقت سوریا کے منہ سے ایک کراہ نکل گئی اور اس نے
کروٹ بھی لی۔۔۔ پھر آنکھیں کھول دیں۔۔

”اوہ مشر سوریا۔۔۔ کیا آپ نمیک ہیں؟“
”مم۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ شاید۔۔۔ لیکن میرا جوڑ بھوڑ دو د کر رہا ہے۔۔“
”پروفیسر شیبان کی گوئی منہ میں رکھ لیں۔۔“ تو بیا مسکرا۔۔۔
”اوہ ہا۔۔۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔۔“ وہ زبردستی مسکرا۔۔۔
پھر اس نے اپنی بیک سے ایک گولی نکال کر منہ میں رکھ لی۔۔
”تب پھر مشر تو بیا۔۔۔ جب ہم نے آپ کے منہ پر روپاں رکھا
تھا۔۔ تو آپ اس وقت بے ہوش بھی نہیں ہوئے تھے۔۔۔ صرف بے
ہوش ہوتے کی اداکاری کر رہے تھے۔۔“
”ہاں باکل۔۔۔ میں شروع سے لے کر اب تک تم سے
کھیلتا رہا ہوں۔۔۔ ورنہ میرا اور آپ کا مقابلہ کمال۔۔۔ میں ناقابل تینجیز

"یہ کیا حرکت تھی؟"

"کس بات کی طرف اشارہ ہے؟" انپکڑ جمیش بولے۔

"آپ اس طرح بے تحاشا ساحل کی طرف کیوں دوڑے؟"

"آپ کو یہ بات معلوم کیوں نہیں۔" انپکڑ جمیش نے زوردار انداز میں کہا۔

"لگ کے کیا مطلب؟"

"اگر آپ اپنے علم کے ذریعے... یا کسی بھی ذریعے سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ کل فلام معاٹے میں کیا ہونے والا ہے... تو اس وقت آپ یہ کیوں معلوم نہیں کر سکتے۔ کہ میں نے ساحل کی طرف کیوں دوڑ لگائی ہے.... اگر اب تک معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ تو اب اپنے علم کو آواز دیں اور بتائیں۔ میں نے کیوں دوڑ لگائی ہے۔"

"ہاں! میں بتا سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر بتائیں۔"

"بہانے کی بجائے میں انہیں روکنے کی کوشش کیوں نہ کروں۔"

"کیا مطلب۔ کس کی بات کر رہے ہیں آپ۔" محمود زور سے اچھلا۔

"انپکڑ کامران مرزا کی۔ انہوں نے ہمارے ساتھ دوڑ نہیں لگائی تھی۔" انپکڑ جمیش مکارے۔

"کیا۔" وہ چلا کے

"ہاں! کیا بات ہے۔"

"آخر انہوں نے کیوں دوڑ نہیں لگائی تھی؟"

"اس لیے کہ میں دوڑا ہی اس لیے تھا کہ وہ نہ دوڑیں۔" انپکڑ جمیش نے

"تی..... کیا مطلب۔ آپ تو اب مسٹرنویا سے زیادہ عجیب باقی کرو رہے ہیں۔" مکھن نے بھنا کر کہا۔

"ہاں شاید۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔"

اور میں اس وقت تو بات تیر کی طرح اس طرف دوڑ پڑا۔ اس سمت میں جہاں کچھ دیر پسلے۔ وہ سب موجود تھے۔ اور جہاں سوریا زیگی حالت میں پڑا تھا۔ اور انپکڑ کامران مرزا جہاں سے نہیں دوڑتے تھے۔



بھی غائب ہیں۔"

"اوہ اوہ۔ ان کے مند سے نکا۔

"اپ اوہ کیا لگا رکھی ہے.... آواز دیں تا اپنے انپکڑ کامران
مرزا کو۔" نوبانے جل بھن کر کہا۔

"تھا آپ کیوں اپنے سوریا کو آواز نہیں دیتے۔"

"سوریا..... سوریا..... تم کہاں ہو؟"

"جہاں انپکڑ کامران مرزا ہیں۔" خان رحمان بولے۔

"عد ہو چکی۔" نوبانے جل کر کہا۔

"ابھی اور ہو گی۔ آگے آگے دیکھنے ہوتا ہے کیا۔" آفتاب نے
ہنس کر کہا۔

"ہوں۔ اب میں تم لوگوں کو اپنی طاقت دکھاتا ہوں۔۔۔ اگر
خوفناک موت سے بچتے کی خواہش ہے تو سوریا اور انپکڑ کامران مرزا کو
میرے سامنے لے آؤ۔"

"آخر آپ کو سوریا کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔
آپ آخر نوبا ہیں نوبا۔" فاروق نے گویا اسے یاد دلایا۔

نوبا کے جسم کو ایک جملکا سالگا۔۔۔ یوں جیسے اسے ہوش آیا
ہو۔۔۔ اس نے پوچھ کر کہا۔

"اوہ بہت بہت شکریہ۔۔۔ آپ نے مجھے جلا دیا۔۔۔ میں دراصل
وکیا تھا۔"

سو گیا تھا

"اڑے اڑے۔۔۔ بھائی نوبا۔۔۔ اوہ میرا مطلب ہے۔۔۔ مشرقاً تو بے۔۔۔
آپ کہاں بھاگ چلے ہم سب تو یہاں ہیں۔" فاروق نے بلند آواز میں
باک لکائی۔

لیکن اس نے توجیہے اس کی آواز تک نہیں سنی۔ بس سریٹ
دوڑتا چلا گیا۔

"تب پھر اب ہم یہاں کیا کریں گے رک کر؟" خان رحمان
چلاتے۔

"ہاں باکل۔۔۔ آؤ چلیں۔" انپکڑ جشید نے کہا۔
اب وہ سب نوبا کے پیچے دوڑ پڑے۔ اور ہر تبا اس میدان میں
پہنچا، پھر وہ پہنچے۔۔۔ اسیوں نے دیکھا۔۔۔ انپکڑ کامران مرزا ہاں نہیں
تھے۔۔۔ نہ سوریا وہاں تھا۔۔۔ جمل وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے۔۔۔ نوبا بت
بان کھڑا تھا۔

"لکھا ہوا مشرقاً نوبا؟" انپکڑ جشید مسکرائے۔
"سوریا غائب ہے۔۔۔ اور ساتھ میں آپ کے انپکڑ کامران مرزا

فلان بات کی وضاحت نہیں کر سکتے۔ فلان بات کی وضاحت نہیں کر سکتے۔ ہے کوئی تک۔" آنکھ نے جھلا کر کہا۔

"نہیں تھے۔ تک تو واقعی نہیں ہے۔" محسن سکرایا۔
"ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ میں نے اگلوالیا۔"

ایسے میں اسپکٹر کامران مرزا کی آواز گونج اٹھی۔ آواز ایک درخت کے اوپر سے آئی تھی۔ ان سب کی نظریں اوپر اٹھ گئیں۔
"ہمیں انکل۔ آپ اوپر ہیں۔" فاروق کے لبھے میں حیرت تھی۔

"اور سوریا بھی۔" وہ ہنسے۔

"لیکن آپ سوریا سمیت اوپر کیسے پہنچ گئے۔"

"میں نے اس کی کن پٹی پر صرف پانچ منٹ والا ایک ہاتھ دا۔ اسے کندھے پر ڈالا اور درخت پر چڑھ گیا۔

"کیا اس طرح چڑھنا ایک مشکل کام نہیں تھا؟"

"ضرور تھا۔ لیکن میں نے اس کام کی مشق کی ہوئی ہے۔"

"اوہ اچھا تھا۔ یہ آپ نے کیا فرمایا۔ میں نے اگلوالیا۔ آپ نے کیا اگلوالیا۔" مسٹر سوریا سے۔

"یہ کہ۔ مسٹرنوبال۔" وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"کیا ہوا؟" نوبال۔

"ہاہا۔" اسپکٹر کامران مرزا نے قہقہہ لگایا۔

"کیا۔ کیا کہا۔ آپ سو گئے تھے؟"

"ہاں بالکل۔ میں سو گیا تھا۔ اگر میں تیند میں نہ چلا جاتا تو سوریا کے لئے جھلا کیوں پریشان ہوتا۔ میرے لئے سوریا کیا ہے۔ صرف میرے استاد۔ بلکہ میرے شاگرد کا بیٹا۔ اس کے ہوتے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لہذا وہ جہاں ہے۔۔۔ بے شک وہیں رہے۔۔۔ میں تم ب کے لئے بہت کافی ہوں۔۔۔ تم تو منہوں میں میرے آگے گئنے نیک دو گے۔"

"اوے۔ آ جائیں پھر میدان میں۔۔۔ ارے مم۔۔۔ مگر آپ تو پسلے ہی میدان میں ہیں اور اس سے نواہ کیا میدان میں آئیں گے۔۔۔ ہاں۔۔۔ ایک بات ضرور رہی جاتی ہے۔۔۔ آپ نے کیا کہا مسٹر نوبال۔۔۔ میرے استاد۔ بلکہ میرے شاگرد کا بیٹا۔۔۔ جھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ پروفیسر شیبان آپ کے استاد تھے یا شاگرد۔"

"پسلے وہ میرے شاگرد تھے۔۔۔ پھر میرے استاد بنے۔" وہ ہنسا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔ کیا بھی ایسا بھی ہوتا ہے۔"

"میرے ساتھ تو ایسا ہی ہوا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہم سمجھے نہیں۔۔۔ میراثی فرمائی کروضاحت کر دیں۔"

"افوس! میں اس بات کی وضاحت بھی تو دیں کر سکتا۔" اس نے کہا۔

ایک تو آپ کے ساتھ یہ بڑی مصیبت ہے۔۔۔ جب دیکھو۔۔۔

"یہ بے موقع قتنہ سمجھ میں نہیں آیا۔" نوبانے الجھ کر کہا
"آپ کو تو کل ہونے والی بات کا چیل جاتا ہے۔ پھر مجھ سے
کیوں پوچھ رہے ہیں کہ میں نے قتنہ کیوں لگایا۔"
"اوہ اچھا۔ یہ بات ہے۔ دراصل مجھے اپنے غلاموں کو آواز
دینا پڑتی ہے۔"

"غلاموں کو آوان۔ کون سے غلاموں کو آواز؟"

"جو مجھے کل ہونے والی خبر سناتے ہیں یا دکھاتے ہیں۔"
"حد ہو گئی۔ اب آپ کے غلام بھی نکل آئے۔" جو آپ کو
خبر دیتے ہیں۔ تب پھر وہ آپ کے غلام کیوں ہیں۔ ان کو تو آپ
کا آقا ہونا چاہیے۔"

"آپ اس بات کو چھوڑیں۔ اور یہ تائیں، ہٹے کیوں؟"
"قیب کی خبریں بتانے والا آج مجھ سے کیوں پوچھ رہا ہے۔"
خود بتائے۔"

"اوے کے۔ ابھی لو۔"
یہ کڑا کراس نے جیب سے ایک عجیب سی ڈیبا نکال۔ اس پر
گلے چند ایک ہٹن دباتے۔ پھر اس کو کان سے لگا کر بولا۔
"اس وقت جو اسکر کامران مرزا نے قتنہ لگایا ہے۔ اس کی
کیا وجہ ہے۔ بعد میں انہوں کیا وجہ بتائی تھی۔"
دوسری طرف کی بات سن کر خود نوبانہ حرمت زدہ رو گیا۔ اس نے

انہیں گھور کر دیکھا ہے پھر سرد آواز میں بولا۔
"آپ نے قتنہ اس لئے لگایا تھا کہ میں آپ سے پوچھ رہا
تھا۔ آپ نے سوریا سے کیا اگلوں لیا۔" مطلب یہ کہ یہ بات تو مجھے
معلوم ہوئی چاہیے۔ اور میں آپ سے پوچھ رہا تھا۔ اس بات پر
قطنہ لگایا تھا آپ نے۔ کیا میں نے درست کیا؟" یہاں تک کہ کرنوبانہ
چپ ہو گیا۔

"ہاں! بالکل۔ میں بات تھی؟"

"تب پھر آپ سن لیں۔ میں بتا دتا ہوں۔ آپ نے سوریا
سے کیا اگلوں لیا ہے۔" اس نے جھلا کر کہا۔
"بہت خوب۔ تائیں پھر۔ میرے سب ساتھی سننے کے لئے
بے چین ہیں۔" اسکر کامران مرزا سکراتے۔

"بھی نہیں۔ اسکی کوئی بات نہیں۔" فرزانہ نے منہ بٹایا۔
"یا کہا۔ فرزانہ۔ اسکی کوئی بات نہیں اور ساتھی میں تم نے
اپنے انکل کی بات سن کر براسا منہ بھی بٹایا۔ یہ تو بد تیزی ہے۔"
اسکر جشید نے بھنا کر کہا۔

"براسا منہ میں نے ان کی بات پر نہیں۔ نوبانہ کو دیکھ کر بٹایا
اپا جان۔"

"اوہ! تب تو نجیک ہے۔ اس کی جسمیں اجازت ہے۔ اسے
دیکھ کر بھنا چاہے۔ براسا منہ بنا سکتی ہو۔ جسمیں کھلی چھمنی ہے۔"

"شکریہ ایجاداں... اس چھٹی کے لیے شکریہ... ویسے آپ نے
کھلی چھٹی بھی دی تو کس بات کی؟" فرزانہ نے فوراً کہا۔ سب
مکرانے لگے۔

"حد ہو گئی۔ بات کمال کی کمال ہنچ گئی؟" خان رحمان پولے۔
"اوہ ہاں... تم کیا کر رہی تھیں فرزانہ؟" ویسے میں نے تمہاری
بات کا برائیں مانا۔ مجھے تو خوشی ہو رہی تھی۔

"آپ نے سنا ایجاداں... انکل کو خوشی ہو رہی تھی۔"
"اور آپ مجھے بھی ہو رہی ہے۔" وہ بول پڑے۔

"جی۔ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟" فاروق کے لمحے میں حیرت
تحمی۔

"خوشی... اور کیا؟"

"یہ تو آپ باتیں بحکارنے لگے۔ اور یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ
اندھے گائیں بھرے بجاںیں۔"

"آپ زبردستی محاوے نہ نہوںیں... ہم اس میدان کے کوئی کم
کھلاڑی نہیں ہیں۔"

"اوہ باں... یہ بات تو تم ذکر کی چوٹ پر کہ سکتے ہو۔" تو با
پشا۔

"پکروں محاورہ۔"

"تم لوگ میرے لئے تمن میں نہ تھے میں... میں تو تمہیں کسی

کھیت کی مولیٰ تک بچھنے کے لیے تیار نہیں۔"

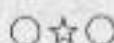
"حد ہو گئی... اب ہم مولیاں بھی نہیں ہو سکتے۔ کمال ہے۔"
آفتاب نے بھتنا کر کہا۔

"اپنکا ملک کامران مرزا کی بات رعنی جاتی ہے... کیا میں بتاؤں...
آپ نے سوریا سے کیا اگلوایا ہے؟"

"نہیں۔ میں یہ بتائے دیتا ہوں۔" انسوں نے برا سامنہ بھایا۔
"اے تو ہائیں۔ کیوں میرا، اپنا اور پوری دنیا کا وقت ضائع کر
رہے ہیں۔"

"سوریا نے بتاؤ دیا ہے کہ آپ ہماری دنیا کے انسان نہیں ہیں۔...
ایک دوسرے سیارے کی تخلوق ہیں۔"

"کیا... نہیں۔" بست سی آوازیں ابھریں۔
اور پھر وہاں موت کا ستانٹا طاری ہو گیا۔



امزان

سورج اپنی آخری کر نہیں درختوں پر پھاٹور کر رہا تھا..... کوئی دم
میں وہ غروب ہونے والا تھا..... لیکن اس وقت وہ جزیرہ بتوں کے
جزیرے میں تبدیل ہو گیا تھا
وہ سب پانکھ بت بنے کھڑے تھے..... یوں لگتا تھا جیسے وہ بے
جان گستہ ہوں..... ان میں زندگی نہ ہو۔ بلکہ وہ پورا جزیرہ بے جان
ہو..... اس میں کہیں کوئی زندگی نہ ہو۔ بلکہ یوں محسوس ہو رہا تھا۔
جیسے پوری دنیا بے جان ہو۔ پوری دنیا سے جیسے زندگی ختم ہو گئی ہو۔
نہ جانے وہ کب تک ساکت کھڑے رہے..... ان کے ساتھ نوبی
بھی ساکت تھا..... شاید وہ یہ راز ان پر ظاہر کرنے کے لئے تیار نہیں
تھا..... لیکن اسکنڈ کامران مرزا اور اسکنڈ جمشید کی چال نے اس کا راز
کھول دیا تھا..... سوریا آخر اس دنیا کا انسان تھا..... تاتے پر مجبور ہو
گیا..... آخر ب سے پسلے اخلاق کی آواز ابھری۔

"اف میرے اللہ! یہ تم نے کیا سناء ہے..... مشر نوبی..... ہماری
اس نہیں کا انسان نہیں ہے۔"

"نہیں..... یہ جس سیارے کا انسان ہے۔ اس کا نام ایزان
ہے.... اسکنڈ کامران مرزا نے اسیں بتایا۔
"مل..... لیکن۔ تو یا نے تو بتایا تھا کہ یہ پروفیسر شیبان کا بیٹا
ہے۔"

"اس نے غلط بتایا تھا۔ ہمیں چکر دے رہا تھا..... پروفیسر شیبان
کا بیٹا سوریا ہے۔"

"اوہ..... تب پھر یہ چکر کیا ہے۔ کسی دوسرے سیارے کا
انسان ہماری زمین پر آخر کیسے آگیا۔ اور اس کی ٹھکل صورت تو بالکل
نم جیسی ہے۔"

"پروفیسر شیبان نے اس کی ٹھکل صورت ہم جیسی بنانے کی پوری
کوشش کی تھی اور وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہا۔"

"جنی۔ کیا مطلب۔ کیا نوبی اس وقت سے ہماری سرزنش پر
ہے۔"

"نوبی بھیت چھوٹا سا تھا۔ جب یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے
سیارے کی ایجاد اڑن ٹھیکری میں بیٹھا غلام کا چکر رکا رہا تھا۔ اسکنڈ
کامران مرزا نے بتایا۔

"اوہ..... تو پھر؟"

"اچانک اڑن ٹھیکری میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی..... وہ ایزان پر
الپس نہ جا سکی اور ہماری زمین پر آگری۔.... وہ جنگل میں گری تھی اور

میں بتایا۔ اس میں جل مرنے والے انسانوں کے بارے میں بتایا۔ اس پتھر کے بارے میں بتایا۔ اوہر سے اسے بتایا گیا کہ وہ دونوں جل مرے ہیں ان کے سیارے ایزان کے بہت بڑے سائنسدان تھے۔ اور یہ کہ اب وہ اس پتھر کو واپس اپنے سیارے پر بلانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ لہذا انہوں نے شیبان سے درخواست کی کہ وہ نوبا کی پروردش کرے۔ وہ اس سے رابطہ رکھیں گے۔ اس آئے کے ذریعے وہ رابطہ رکھنے کے قابل بہر حال تھے۔ بلکہ اس کے بعد انہوں نے مصنوعی سیارے کے ذریعے بہت سی چیزیں پر فیسر شیبان کو ارسال بھی کیں۔ لیکن وہ نوبا کو واپس حاصل کرنے کے لئے اڑن طشتی بھیجنا کا خطرہ مول نہ لے سکے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی اڑن طشتی میں کوئی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی کوئی اڑن طشتی اب تک واپس نہیں پہنچ سکی تھی۔ مطلب یہ کہ جتنی بھی اڑن طشتیاں فلاں کی سر کے لیے تھیں۔ بہ کمی سب تباہ ہو گئیں۔ کوئی واپس نہ پہنچ سکی۔ اب مصنوعی سیارے کے ذریعے وہ شیبان کو اپنے سیارے کے سائنسی آلات بھیجنے لگے۔ ان کے سائنسدان اس حد تک ترقی کر چکے تھے کہ ایک دو ماہ بعد ہونے والے واقعات ان آلات کے ذریعے دیکھ لیتے تھے۔ بلکہ ان کی فلم بھی بنا لیتے تھے۔ دراصل یہ وقت کا مسئلہ تھا۔ وہ چوبیس گھنٹے یا ایک ماہ کے وقت کو درمیان سے اچک لیتے

رات کا وقت تھا۔ اس کے ماں باپ اسی میں جل کر کو ملکہ ہو گئے۔ لیکن نوبانچ کیا تھا۔ وہیں جگل میں پروفیسر شیبان نے اپنا مکان بنایا تھا۔ وہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھا ستاروں کا معائنہ کر رہا تھا کہ اس نے اڑن طشتی کو گرتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ اس سمت میں دوڑا۔ اس وقت سوریا نحرا سا پچ تھا۔ اور اس کی یوں مرچکی تھی۔ لہذا اڑن طشتی کا پتا اس کے سوا کسی کوتہ لگ سکا۔ نوبیک پہنچ کر اس نے دیکھا۔ ایک پتھر پڑا رو رہا ہے۔ اور اڑن طشتی کے اندر دو لاشیں جلی پڑی ہیں۔ پتھر کے پاس ایک نحرا آلہ بھی اسے پڑا۔ اچانک اس آئے میں سے آواز سنائی دینے لگی۔ اس کے سیارے کے لوگ نوبا کے ماں باپ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ آکہ پروفیسر نے اتحادیا۔ اور بات کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ لیکن اس سیارے کی زبان اور تھی۔ اب اس نے سوچا۔ اس اڑن طشتی کے آثار کو عایب کر دیا چاہیے۔ اس نے اس کا پیروزی ڈال کر اس کو آگ لگا دی۔ اڑن طشتی بھل کر راکھ ہو گئی۔ اس راکھ کو بھی اس نے راتوں رات گڑھا کھو کر دفن کر دیا۔ اب اس کے پاس نوبا اور آگہ رہ گیا تھا۔ آئے پر وہ ایزان کے لوگوں کو اپنا آواز سنا پکا تھا۔ اس آئے پر ان کی سمجھی میں نہ آئے والی بات چوتھا۔ آہست آہست سمجھی میں آئے والی زبان بھی چلی گئی۔ پھر وہ ایک وسرے کی بات سمجھنے لگے۔ شیبان نے انہیں اڑن طشتی کے بارے

تھے اور انہیں کچھ وقت بعد ہونے والے واقعات نظر آنے لگتے تھے۔ اور ایسا وہ پا قاعدہ آلات کی مدد سے کرتے تھے۔ انی آلات پر فلم بھی رکھ جا سکتی تھی۔ ان آلات پر نام کلس کرنا پڑتا تھا اور یہ کہ وہ اس پروفیسر کے مکان کے نیچے بنے ایک ڈنائے میں نصب کیے گئے تھے۔ ان سے اس پورے کیس میں غلطی یہ ہوئی تھی کہ پروفیسر شیخان کے مکان کا بخوبی جائزہ لیا ہی نہیں تھا۔ ورنہ بہت پسلے وہ ان تمام رازوں سے آگاہ ہو سکتے تھے۔ اور یہ تمام یادیں انہوں نے بہت جلدی میں سوریا سے اگلوں میں تھیں۔ اس کے علاوہ پروفیسر شیخان نے نوبا کو پیمانہ زم کا مہر بیایا تھا اور اس قسم کے سائنسی علوم سکھائے تھے کہ وہ دیکھنے میں یا عمل کے اعتبار سے بالکل جادو گروں میںے مکالات رکھنے والا انسان ہن کر رہ گیا تھا۔ اور پھر وہ تھا بھی دوسرا دنیا کی ایک تھوڑی۔ وہاں کے لوگ اس قدر سخت جان تھے۔ اس قدر طاقت ور تھے کہ اس زمین کے لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور پھر ان میں سائنسی طاقت بھی ان سے کمیں زیادہ تھی۔ ان کے سائنسی حربے ان کے لیے چکار دینے والے ٹھابت ہوتے۔

اور اب۔ اس وقت وہ کھڑے سوچ رہے تھے۔ اب وہ کیا کریں۔ نوبا کا کیا کریں۔ وہ تو پوری دنیا کے لئے خطرہ میں سکتا تھا۔ اور ابھی تو صرف ایک نوبا ان کی زمین پر آیا تھا۔ اگر کسیں وہ اڑن پڑتے تو مزید ترقی دینے کے قابل ہو جاتے تو ایران کی فوج ان کی زمین

پر اتر سکتی تھی۔ اس صورت میں ہو جائی گتی۔ اس کا اس وقت تصور بھی مشکل تھا۔ آخر اسکرپٹ پیشید کی آواز ابھری۔

”اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راست نہیں کہ نوبا کو ختم کر دیں۔ سوریا کو بھی ختم کر دیں۔ اور اس آلبے کو بھی جلا کر راکھ کر دیں۔ تاکہ اس سیارے سے ہمارا کوئی رابطہ نہ رہ جائے۔“

”لیکن مسٹر سوریا کو کس جرم کے تحت ختم کریں۔ سوال تو یہ ہے۔ نوبا کا جرم تو بہت بڑا ہے۔ اس نے تو ہمارے ملک کا نظام رہنم برہنم کیا ہے۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ ان گنت غیر ملکی لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ ملک طور پر بھی کنگ و فیرہ کو ہلاک کیا ہے۔ لہذا اسے سزا دی جا سکتی ہے۔ لیکن سوریا نے کیا کیا ہے؟“ خان رہمن بولے۔

”اوے کے۔ ہم مسٹر سوریا کو جان سے نہیں ماریں گے۔ انہیں ہوالات میں بند کریں گے۔ اور اس کے بعد یا تو ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ یا پھر یہ جعل جائیں گے۔“

”باتیں تو آپ لوگوں نے بہت کر لیں۔ لیکن یہ بھی سوچا ہے۔ ان پر عمل نہیں ہو سکے گا۔“

”آخر کیوں۔ وجوہ؟“

”اس لیے کہ میں یعنی نوبا تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں۔“

”اس سے کیا ہوتا ہے؟“

"لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی اصل شکل صورت دکھانے کی ضرورت کیا پڑتی؟"
 "اب جب کہ لذتی ہے... تو میں اصلی شکل و صورت میں کیاں نہ ٹوں۔ میں آپ سب کے مقابلے میں بالکل اکیلا ہوں۔
 بالکل اکیلا۔
 "اوہ ہاں! یہ تو ہے۔"

"تب پھر... میں آپ کو اپنی وہی شکل دکھاؤں گا۔ تاکہ آپ کی دنیا دیکھ لے اور جان لے۔ ایران کا انسان کس قدر بدلہ، طاقت در اور باحوصلہ ہے۔ ہمت ہارنے والا نہیں۔ زندگی کے آخری سانش تک تم لوگوں کو مرا پچھا سکتا ہے۔ یہ بھی جان لیں۔ تم لوگوں کا کوئی پستول، کوئی بندوق میرے لے کوئی پیچ نہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ کیوں۔ کیا آپ گوشت پوست کے انسان نہیں ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ مجھے چھو کر دیکھا جا پکا ہے۔ میں گوشت پوست کا انسان ہوں۔"

"تب پھر ہمارا کوئی تھیار کیوں اڑ نہیں کرے گا۔"
 "اس لے کر... مم۔ مگر نہیں۔ جانے دو۔ اب جب کہ دو ہاتھ کرنے کا وقت ہے۔ یاتھی ختم ہو جانی چاہئیں۔ لوگ بے ہم ہو رہے ہوں گے۔ آپ کی دنیا کے لوگ... وہ جلدی ہی میرے اصل شکل اور صورت دیکھنے کے لیے۔"

"اس سے یہ ہوتا ہے۔ کہ میں تم لوگوں کے لے کیا لامانی ہوں۔ میں اس دنیا کا انسان نہیں ہوں۔ آپ لوگوں کو میری لامانی کے طریقے معلوم نہیں۔ کیا سمجھے؟"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ لیکن ہم لزیں گے۔ اب ہم جان کے ہیں۔ آپ کوئی جادوگر نہیں ہیں۔ کوئی جن نہیں ہیں۔ کوئی شیطان نہیں۔ بس ایک دوسرے سیارے کی تخلق ہیں۔"

"اچھا تو پھر اب میں اپنا میک اپ آتا رہوں۔" نوباتھا۔

"کیا کہا۔ میک اپ آتا رہتے ہیں۔ تو کیا آپ میک اپ میں ہیں۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"پروفیسر شیبان نے میرے جلے ہوئے چہرے پر تبدیلیاں کی تھیں۔ لیکن جوں جوں میں بڑا ہو تاگیا۔ میری اصل شکل و صورت واپس آتی گئی۔ اس طرح میں اس زمینِ جیسی شکل اور صورت کا انسان نہ بن سکا۔ البتہ سب کے سامنے آنے کے لئے میں نے میک اپ کا سارا لیا۔"

"اوہ... اوہ۔" وہ دھل سے رو گئے۔

"کیوں۔ کیا آپ میری اصل شکل اور صورت نہیں دیکھا چاہئے؟"

ضرور دیکھیں گے۔ بلکہ ہم تو بے چین ہو گئے ہیں آپ کی اصل شکل اور صورت دیکھنے کے لیے۔" آصف بولا۔

تھے۔ اس کا رنگ خلا تھا۔۔۔ بالکل نیلا۔۔۔ مطلب یہ کہ جلد کا رنگ نیلا تھا۔۔۔ آنکھوں کا رنگ بالکل سیاہ تھا۔۔۔ تاک بالکل گولی تھی۔۔۔ اور آنکھیں بھی۔۔۔ لکیر نہما۔۔۔ کان بہت لمبے تھے۔۔۔ پیچے جھوٹ رہے تھے۔۔۔ وہ ان کو ہاتھی کی طرح حرکت دے سکتا تھا۔۔۔ اس کے ہاتھ پاؤں بھی اس زمین کے انسانوں جیسے نہیں تھے۔۔۔ انکلیاں حد درجے بھی اور باریک باریک تھیں۔۔۔ اس کے چہروں کی انکلیاں بہت بھی پتلیں اور پر انکلیوں کے بعد بالکل گول تھے۔۔۔ جیسے اوتون کے ہوتے ہیں۔۔۔ بالآخر دھڑک عام انسان کی طرح کا تھا۔۔۔ تد بھی عام انسان جیسا تھا۔۔۔ وہ نہ جائے کتنی دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے۔۔۔ آخر فاروق کی آواز گوئی۔۔۔

”مگر۔۔۔ کیس۔۔۔ یہ صاحب اب بھی تو میک اپ میں نہیں ہیں۔۔۔ اور جب تم اس کے اس میک اپ کو اتاریں گے۔۔۔ تو اندر سے بالکل ہم جیسا انسان تو نہیں نکلنے آئے گا۔۔۔“

”خیال زبردست ہے۔۔۔ اسپکڑ کامران مرزا مسکرائے۔۔۔“

”گووڑا اس بات کا امکان ہے۔۔۔ محمود نے فوراً“ کہا۔۔۔

”زبردست امکان ہے۔۔۔“

”بہت خوب! اب تو مزاریے گا۔۔۔ اگر ایسا ہو گیا۔۔۔“

”غلط ہواؤں میں اڑ رہے ہو۔۔۔ میر اس دنیا کا نہیں۔۔۔ ایران انسان ہوں۔۔۔ اور تمہیں ابھی اس بات کا نہیں آجائے گا۔۔۔“

کام ہوں گے۔۔۔ یہ مقابلہ دیکھنے کے بعد کس میں ہمت ہو گی کہ میرے مقابلے میں آنے کے بارے میں سوچ بھی سکے۔۔۔ پہلے میں صرف اپنی جسمانی طاقت سے لڑوں گا۔۔۔ کوئی اور طاقت کام میں نہیں لا سکتا۔۔۔

”پہنچا نہیں کی طاقت۔۔۔ نہ غائب ہونے کی طاقت۔۔۔“

”گلویا آپ ہم سے پہلے صرف ایک عام انسان کی حالت میں ہوئیں گے۔۔۔ اور جب دیکھیں گے کہ آپ کو غلت ہو رہی ہے تو اس صورت میں آپ اپنی پہنچا نہیں کی طاقت استعمال کریں گے۔۔۔ جب پہنچا نہیں کی طاقت سے بھی کام نہیں پڑے گا تو آپ غائب ہو جائیں گے۔۔۔ یہی ملت ہے نا۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ تم مجھے تکلت نہیں دے سکو گے۔۔۔“

”اوے۔۔۔ ارے۔۔۔ وہ تو رہ اتی گیا۔۔۔ آپ کا میک اپ۔۔۔ آپ اس کو ختم کریں۔۔۔“

”اوہ ہا۔۔۔ واقعی۔۔۔“

اور پھر اس نے اپنے چہرے اور جسم پر سے میک اپ کے لئے استعمال کی گئی چیزیں اتارنا شروع کیں۔۔۔ نہ جانتے کس کس قسم کی چیزیں استعمال کی گئی تھیں۔۔۔ وہ = اترتی پتلی گلیں۔۔۔ اور آخر کار ان کے سامنے ایک دوسری دنیا کا انسان کھڑا تھا۔۔۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کو دیکھنے لگے۔۔۔ اس قدر بیج اور حرث اگریز نقش و تکار والا انسان وہ اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے

"وہ کیسے؟" آصف پڑا۔ اندازہ اُن اڑائے والا تھا۔

نوبانے اسے بڑی طرح گھورا۔ پھر بولا۔

"تم لوگوں کے خون کا رنگ کیا ہے؟"

"سرخ"۔ آصف نے کہا۔

"زمین کے کسی انسان کے خون کا رنگ نیلا تو نہیں ہے۔"

"کیا مطلب... نیلا خون؟"

"ہاں.... کیا کسی انسان کے جسم کے اندر یہاں نیلا خون ہے؟"

"میں نے تو آج تک نہیں سنا۔"

"تب پھر یہ لو۔"

"یہ کہ کر اس نے جیب سے چاقو نکالا اور اپنی کلائی پر ایک خراش نکالی.... وہ اس وقت سکتے میں آ گئے۔ جب انہوں نے نیلے رنگ کا خون اندر سے نکلتے دیکھا۔

"لکھ... کیا... تو کیا... یہ واقعی ایران کا انسان ہے؟"

"اب.... تم اس کے سوا کیا کہ سکتے ہیں؟"

"اور تم میرا بہت وقت ضائع کر چکے۔ مقابلہ شروع۔ تم سب مل کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ یا اکیلے اکیلے کرو۔ پتوں چلاو یا توپ چلاو۔ یہ مارو،" جو چاہے ہتھیار استعمال کرو۔ نوبانے سارے سامنے گمرا اُنفر آئے گا۔ اور جب سارے سارے ہتھیار بیکار ہو جائیں گے۔ تب میں

حرکت میں آؤں گا۔ اور اس وقت تم محبوس کو گے آج سے پہلے تم ایسی صیبت میں جلا ہوئے ہی نہیں تھے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھے گئے۔ ہم سے مقابلہ کرنے والے پہلے اسی طرح ڈیگیں ہاکتے ہیں۔ اور پھر سوت کی نیند سو جاتے ہیں۔۔۔ لیکن ہمارے لئے ایک الجھن ہے۔۔۔ شدید الجھن۔" فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اور وہ کیا؟" نوبانہ مکرایا۔۔۔ جیسے کوئی بوڑھا بچوں کی یادوں پر مسکراتا ہے۔

"ہم جناب کی لاش کا کیا کریں گے۔ ایک دوسری دنیا کے انسان کی لاش اپنی اس زندگی پر کس طرح دفن کریں گے۔"

"اوہ.... اوہ۔۔۔ وہ سب کے سب بول اٹھے۔

"یہ واقعی ایک ہوناک سوال ہے۔" انپکڑ کامران مرزا بولے۔

"ہوناک کیسے؟" خود فاروق نے پوچھا۔

"ہم نے سن رکھا ہے۔ جس جگہ سے کسی کی مٹی لی جاتی ہے۔۔۔ یعنی اس کی پیدائش جس جگہ کی مٹی سے ہوتی ہے۔۔۔ وہ اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ ہاں واقعی۔۔۔ یہ بات ہے۔" انپکڑ جشید نے چوک کر کہا۔

"اب اس الجھن کا کیا حل ہے؟"

"میں بتاتا ہوں۔" نوبانہ۔

"مٹے پھر آپ ہی تا دیں.... ہم آپ کی لاش کا کیا کریں گے؟"

"میں لاش میں تبدیل ہوں گا ہی نہیں۔"

"اوہ... آپ ذرا سمجھنے کی کوشش کریں۔" فرزانہ نے بحث کر کہا۔

"پہلے تو پھر یہ تا دیں.... میں کیا سمجھنے کی کوشش کروں۔" توبہ نے پھر نہ کر کہا۔

"یہ کہ آخر کار ایک دن تو آپ کی موت واقع ہو گی۔" پھر ہمارے ہاتھوں نہ سی۔ قدرتی طور پر تو آپ مرس کے یا نہیں۔"

"اس سے کون انکار کر سکتا ہے.... ہمارے ایران پر بھی لوگ مرتے ہیں.... اور مرنے والوں کو وفن کیا جاتا ہے۔"

"تب پھر... اس وقت... آپ کی لاش کا کیا کیا جائے۔"

"میری لاش لروں میں تبدیل ہو کر میری زمین پر پہلی جائے گی.... تم فکر نہ کرو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اگر ایسا ہو سکتا ہے تو آپ زندہ ہاتھ میں اپنے سیارے پر کیوں نہیں چلے گئے؟" اسکے کامران مرزا نے جل بھن کر کہا۔

"میری لاش امانتا" یہاں وفن ہو گی۔ آخر کار ایک دن ہمارے سیارے کے لوگ زمین پر جنم آور ہوں گے.... وہ اسکی اڑن طشتی

ہنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جو خراب نہیں ہو گی۔ ان کے ذریعے وہ آپ کی زمین پر اتریں گے اور میری لاش کو نکال کر لے جائیں گے۔ ایسا کب ہوتا ہے.... یہ کچھ پتا نہیں۔"

"خیر اس مسئلے کا کوئی حل تو سامنے آگیا تاہم یوں ہی سی۔" اسکے جمیلہ نے پر سکون آواز میں کہا۔

"تب پھر... اب مقابلہ شروع ہو جانا چاہیے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... اور اگر آپ خود کو قانون کے حوالے کر دیں تو یہ معاملہ مقابلے کے بغیر بھی حل ہو جائے گا۔"

"ہاہا... میں خود کو آپ کے قانون کے حوالے کر دوں.... کیا آپ کی جیلیں مجھے اپنے اندر رکھ سکتیں گی۔"

وہ اس کی اس بات کا کوئی ہواب نہ دے سکے.... کیونکہ وہ تو ہند کرے سے دروازے کھولے بغیر انکل جاتا تھا۔

"بس.... ہو گئے لا ہواب۔"

"آپ اور کیا کریں.... مجبور ہیں۔" آفتاب نے منہ بنا کر کہا۔
نوبی زور زور سے پہننے لگا۔ ایسے میں اسکے جمیلہ نے فاروق سے کہا۔

"فاروق بزرگ کیس کے۔ یہ کیسی بزرگ ہے۔ آگے پڑھ کر مقابلہ نہیں کر سکتے تو چھپے آ جاؤ۔ میں تمہاری جگہ آفتاب کو بھیج دیتا ہوں.... ایسے میں اسکے جمیلہ کی خونے میں بھری آواز کوئی اٹھی۔"

فاروق کے جسم کو ایک زیر دست جھکا لگا۔

"یہ آپ نے کیا کہا اب اجان..... میں تو بات پیت کی وجہ سے رک گیا تھا۔ مجھے میں چلا..... ہاں مگر..... مجھے ایک اجازت دیں"۔

"اب اجازت و جازت کا وقت نہیں رہا..... اس سے گرا جاؤ۔ چاہے موت کو کیوں نہ گلے لکھا پڑے..... اگر ہم اسے نہ مار سکے۔ تو یہ پوری زندگی کے لئے مصیبت بن جائے گا..... اور پچاس سال یا سو سال بعد..... ہماری زندگی پر صرف ایرانی آیا ہوں گے"۔

"ذین فضیل"۔ وہ سب پڑھاتے۔

"بس تو پھر اسے ختم کرنا ہو گا"۔ اسکنڈ جشید گرجے۔

"اور ہم اسے ختم کریں گے..... میں جو اجازت چاہتا تھا۔ اب وہ بھی نہیں مانگوں گا..... مجھے میں چلا"۔

"ایک منٹ بھی..... ایک منٹ"۔ ایسے میں اسکنڈ کامران مرزا مسکرا کر بولے۔

"اب کیا ہے انکل۔ آپ نے سنا نہیں..... اب اجان نے کیا کہا؟"

"سنا ہے۔ لیکن میں اس اجازت کے بارے میں جانتا چاہتا ہوں"۔

فاروق نے فوراً "سوالیہ انداز میں اسکنڈ جشید کی طرف دیکھا۔

بیسے کہ رہا ہوں۔ اب کیا کروں۔ آپ کا حکم مانوں یا ان کا۔

"چلو ہیا کو..... کیا اجازت چاہتے تھے؟"

"محمود کا چاقو لینے کی اجازت چاہتا تھا۔ جب یہ صاحب برم۔ توپ" پرستول غرض ہر قسم کے ہتھیار سے لرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔ تو میں ایک چھوٹا سا چاقو بھی لے کر مقابلہ نہیں کر سکتا؟"

"ضرور بھی۔ کیوں نہیں"۔ اسکنڈ کامران مرزا مسکرا دیے۔

"ٹھیک ہے۔ جسیں اجازت ہے"۔

"لاڑ محمود۔ اجازت مل گئی۔ اب کمرے من کیا تک رہے ہو؟" فاروق نے منہ بھایا۔

محمود مسکرا یا۔ اور پاؤں کی ایڑی سے چاقو نکال کر اس کی طرف اچھال دیا۔

فاروق نے ہٹن دیا کہ اس کو کھولا تو اس کا بالکل نخسا پھل چکنے لگا۔

"ہیا۔ انداز را سا چاقو۔ جس کا بہت ذکر سننے میں آتا ہے۔۔۔ اور سن ہے تم لوگوں کو اس پر بہت ناز بھی ہے۔۔۔ نہیں۔۔۔ آج اسے آنا لو۔ اس چاقو کی بھی کر کری ہو جائے گی"۔

فاروق نے اپنے خاص انداز میں چاقو کو پکڑ لیا۔ اور ایک لدم اس کی طرف پڑھنے لگا۔

"کیا آپ وار روکیں گے نسل اوبا"۔ فاروق نے لرزتی آواز میں کہا۔

"یہ کیا۔۔۔ نسل اوبا"۔

"جی بس.... یہ میرے ساتھ عجیب مصیبت ہے.... الفاظ اپنی جگہ بدلتے ہیں۔ ن اور الف نے اپنی بگیں بدلتا ہے۔ اور انکل نوبا کا نسل اوبا ہن گیا۔ آپ برانتہ نہیں۔"

"اچھی بات ہے... نہیں مانتا میں بردا۔"

"آپ نے میری بات کا بواب نہیں دیا۔"

"نہیں.... میں وار نہیں روکوں گا۔ اگر میں تمہارا وار بھی روکنے لگتا تو جانتے ہو۔ کیا ہو گا۔"

"سمراں فرمائے رہتا ہی ویس۔ تاکہ ہماری معلومات میں اضافہ ہو سکے۔"

"پھر ہو گا یہ کہ تم سب ایک منٹ سے بھی کم وقت میں ڈھیر ہو جاؤ گے۔ اور اس طرح مزا نہیں آئے گا۔"

"چلے پھر جس طرح مزا آئے گا۔ اسی طرح کر لیں۔"

اور پھر قاروق نے اس کے سینے پر چاقو کا وار کر ڈالا۔ یہ زمین کے انسان کا پسلا وار ایران کے انسان پر ہوا تھا۔

○☆○

چھین

چاقو اس کے جسم پر لگا اور اس کا پچھل نٹ گیا۔ قاروق نے صرت زدہ انداز میں اس کے دستے کو دیکھا اور اس کو پھینک دیا۔

"اب... اب کیا کرو گے؟"

"تم سے ٹکراؤں گا۔" یہ کہ کر قاروق نے اس کی طرف دوز لگا۔ پھر جو نہیں اس سے ٹکرایا۔ بہت بڑی طرح اچھلا۔ اس کے من سے ایک دل دوز جیخ نکل گئی اور وہ دور پڑا نظر آیا۔ اس طرح کہ اس کے جسم میں ذرا سی بھی حرکت نظر نہ آئی۔

"چلو محمود۔ انسکل جشید غارے

"اب... باب... جان... وہ قاروق۔" محمود نے کہتا چاہا۔

"اپنی بات کفرے مقابلے کے لئے بڑھ رہے ہو یا میں آحف کو بخوبی۔" انسوں نے سرو آواز میں کہا۔

"عنن نہیں۔ نہیں۔" وہ بولا اور پھر نوبا کی طرف بونٹے گا۔

اس نے قاروق کی طرف دیکھا تک نہ۔

زیویک چکچ کر اس نے کہا۔

"تی بہت بہتر"۔ اس نے کہا۔

"ٹکریہ اباجان.... آپ نے مجھے کسی قاتل سمجھا"۔ فرزانہ بولی اور آگے بڑھی۔ نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔

"کیا آپ مجھے اپنے جسم پر گدگدی کرنے کی اجازت دیں گے.... میں آپ کے جسم پر چاروں طرف صرف گدگدی کروں گی"۔

"مجھے گدگدی نہیں ہو گی"۔

"آپ مجھے اجازت دیں.... کیا آپ نے یہ اعلان نہیں ہے"۔

"اوہ ہاں۔ اچھا کر لیں"۔ اس نے کہا۔

"معاف کیجئے گا مشرنو بنا.... کیا میں اس موقع پر آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں"۔ ایسے میں انپکٹر جیشید بول اٹھ۔

"ضور.... کیوں نہیں"۔ اس نے سکرا کر کہا۔

"کیا اس لڑائی کا حال آپ پسلے ہی دیکھے چکے ہیں"۔

"نہیں.... میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی"۔

"کیوں آپ دیکھنا چاہتے تو دیکھ کر کتے تھے؟"

"ہاں! لیکن تم لوگ ہو کیا۔ جن کے لئے میں پسلے سے یہ دیکھوں کہ اس لڑائی کا انجام کیا ہو گا۔ صاف ظاہر ہے۔ تم سب کے سب میرے لئے مومن کا ذہر ہو"۔

"اوہ اچھا ٹکریہ.... میں بس یہی معلوم کرنا چاہتا تھا.... فرزانہ یہ کیا کر رہی ہو.... اس چیزے لوگ بھلا گدگدی سے نکلت کھائیں گے"۔

"کیا میں آپ کے بال پکڑ سکتا ہوں؟"

"شاید تم اس خیال میں ہو کہ اس دنیا کے انسانوں کی طرح میں بھی یادوں کے ذریعے قابو میں آ جاؤں گا..... نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں"۔

"تو پھر اجازت ہے نا"۔ محمود سکرایا۔

"ہاں بالکل"۔

محمود نے اس کے سر کے بال دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیے۔ اور لگا نور لگانے۔ تو بانے کوئی تکلیف ظاہر نہ کی۔ محمود نے تیسرا یار اور زور سے جھکا مارا۔ اس بار بال اس کے ہاتھوں سے بالکل گئے اور وہ لڑھکا ہوا فاروق سے بھی دور جا کر گرا۔ اس کا جسم بھی ساکت ہو گیا۔

"انپکٹر جیشید.... تمہاری فوج کے دو فوجی زمین چاٹ چکے۔ اب کیا خیال ہے؟"

"میری فوج کے ابھی بہت سے فوجی مقابلے کے لئے تیار ہیں۔ فرزانہ آگے بڑھو"۔

"یہ زیادتی ہے بالکل"۔ آصف نے کہا۔

"نہیں آصف.... تم نہیں جانتے۔ یہ لڑائی ہمیں کس طرح لڑا ہے.... اس وقت فرزانہ ہی جائے گی"۔

"بالکل نہیک"۔ انپکٹر کامران مرزا یوں۔

"آپ مجھے اجازت دے چکے ہیں اور مسٹرنوبا بھی۔" فرزانہ نے شہ بنا لیا۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے۔" وہ بول اٹھے۔

فرزانہ اس وقت تک گدگدی شروع کر چکی تھی۔ لیکن دیکھنے لے صاف دیکھ رہے تھے کہ نوبا پر اس گدگدی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس طرح گدگدی کرتے ہوئے فرزانہ اس کی کمر کی طرف آئی۔ وہ اسی طرح پر سکون انداز میں کھڑا رہا۔

"لیا۔" میں بھی ایک سوال کر سکتا ہوں مسٹرنوبا۔ ایسے میں سپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"ضروب۔ کیوں نہیں۔ آج میں آپ لوگوں کی ہر بات مانوں ایں۔ کیونکہ آج کا دن۔ آپ کی زندگیوں کا آخری دن ہے۔"

"اوہ۔ اچھا۔ بہت خوب۔ آپ واقعی ہماروں دشمن ہیں۔" وہم لوگ ہماروں دشمنوں کو پسند کرتے ہیں۔" سپکٹر کامران مرزا نے اس کی تعریف کی۔

"آپ اپنی بات کریں۔ اوہراہ مرٹی یا تمیں نہ کریں۔" نوبانے منہ بنا لیا۔

اوہر فرزان کی گدگدی جاری تھی۔ لیکن سب لوگ محروس کر رہے تھے کہ وہ اپنا وقت شائع کر رہی ہے۔ اس کی گدگدی سے اس کا کچھ نہیں بگزرا تھا۔

"میں یہ جانتا چاہتا تھا۔ مم۔ گرنس۔ بس۔ اب میں کچھ نہیں جانتا چاہتا۔ بلکہ میں آپ کو اب ایک بہت خاص بات جانتا چاہتا ہوں۔"

"کوئوں وہ کیا؟"

"جتنا کوئی زیادہ طاقت ور اور بیبا دشمن ہوتا ہے۔ وہ اکا ہی آسمانی سے ما را بھی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہاتھی کو جو تو تی سے حوا دیتے ہیں۔ اب دیکھیں۔ جو تو تی کھی ذرا ہی جھپٹ جھپٹ ہے۔ اور ہاتھی کا بڑا۔ بے کوئی ان کا آپس میں مقابلہ۔"

"یہاں اس تقریر کا کوئی موقع ہے بھلا؟" نوبانے منہ بیٹھا۔

"بیٹے پھر میں اپنا سوال کرتا ہوں۔ آپ نے سوریا کو اپنے جیسا طاقت ور کیوں خسی بیٹھا۔ اس طرح آپ دو ہو جاتے۔"

"بہلی بات تو یہ کہ۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ کبھی کسی موڑ پر سوریا مجھے آنکھیں دکھائے۔ اور دوسرا بات یہ کہ یہ ایران کا تو ہے نہیں۔ اس نہیں کا ہے۔ اس نہیں کے انہلک میں ایرانی کے انہل کی طاقت آبھی کیسے سکتی ہے۔ اور اے۔ یہ کیا۔ یہ تم کیا کر گئیں۔"

اٹھاک نوبانے چوچ نکل۔ میں اس وقت اس کے منہ سے ایک ملہوز چیخ نکل گئی۔

اور پھر تو اس کے منہ سے جیتوں پر جیھیں نہیں چلی چلی گئیں۔ اس

کی ان لرزہ خیز چیزوں سے پورا جزیرہ ملنے لگا۔ قمر تمراہت ہی محسوس ہونے لگی۔ یوں لگا۔ جیسے جزیرے پر زلزلہ آگیا ہو۔ واقعی جزیرہ ال رہا تھا۔

اور سب لوگ سکتے کے عالم میں تھے۔ ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے۔ البتہ اسپکٹر کامران مرزا اور اسپکٹر جمیش کے چہروں پر بست دل کش ہی مسکراہٹیں تھیں۔ یوں جیسے دہ بے پناہ سکون اور اطمینان محسوس کر رہے ہوں۔

اچانک انہوں نے نوبا کو کتنے ہوئے تھے کی طرح گرتے دیکھا۔ اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔ اس کی محلی آنکھیں گویا ان سے پوچھ رہی تھیں۔

”یہ کیا ہوا۔۔۔ یہ کیسے ہوا۔۔۔ میں جو اتنا طاقت در تھا۔۔۔ میں کیسے مارا گیا۔۔۔ ابھی تو میں نے اپنی کوئی طاقت بھی استعمال نہیں کی تھی۔۔۔ میں تو پہنائزم کا ماہر تھا۔۔۔ انہوں کے سامنے سے غائب ہو سکتا تھا۔۔۔ انہوں میں تبدیل ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا تھا۔۔۔ میرے جسم میں اس قدر طاقت تھی کہ پوری فون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔۔۔ پھر یہ کیسے ہو گیا۔۔۔ میں کس طرح مارا گیا۔۔۔ کوئی مجھے بتائے۔۔۔ اس لڑکی نے کیا کیا ہے۔۔۔ اس نسخی ہی لڑکی نے۔۔۔ ایک جیونٹی نے۔۔۔ با تھی کو کیسے گرا لیا۔۔۔“

اس وقت ان سب نے دیکھا۔۔۔ فرزانہ کے باخوبی میں وہ چاہو

تھا۔ جس سے نوبا نے اپنی کلائی پر خراش اکائی تھی۔۔۔ اور یہی وہ خیال تھا۔۔۔ جو فرزانہ کو آیا تھا۔۔۔ اس نے گد گدی کے بھائے اس کا چاقو نکال لیا تھا۔۔۔ اس نے سوچا تھا۔۔۔ جس چاقو سے اس کے جسم پر خراش آئکی ہے۔۔۔ اس چاقو سے کیوں نہ اس پر دار کیا جائے۔۔۔ کیونکہ وہ چاقو بھی تو اس نہیں کا نہیں تھا۔۔۔ ایران کا تھا۔۔۔ ایران کا بہا ہوا چاقو تو اس پر اڑانداز ہو سکتا تھا۔۔۔ اور اسی لئے اسپکٹر جمیش نے فرزانہ کو آگے بڑھنے کے لئے کہا تھا۔۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں چمک دیکھ کر جان گئے تھے کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔۔۔ اور اسی لئے اسپکٹر جمیش نے نوبا کو پاہوں میں لگایا تھا۔۔۔ کہ کیسی وہ وقت سے پہلے ہوشیار نہ ہو جائے۔۔۔ اور نوبا سے بڑی بھاری غلطی یہ ہوتی تھی کہ اس نے یہ لزاں پہلے ہی نہیں دیکھ لی تھی۔۔۔ اس نے خود کو اس قدر طاقت ور خیال کر لیا کہ اس کی اس نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔

اور نوبا کی لاش ان سب کو۔۔۔ بلکہ پوری دنیا کو ایک پیغام دے رہی تھی۔۔۔ کہ کوئی کتنا اسی طاقت ور کیوں نہ ہو جائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں۔۔۔ سب سے زیادہ طاقت ور ہیں۔۔۔ وہ چیونٹی کے باقیوں ہاتھی کو سرو سکتے ہیں۔۔۔ اور نوبا کی لاش پکار پکار کر کہ رہی تھی۔۔۔ قانون فطرت بدلا نہیں کرتے۔۔۔ کائنات کا نظام اسی طرح پہنچا۔۔۔ جس طرح اللہ چاہیں گے۔۔۔ لوگوں کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ نہیں پر فساد چاہنے والے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے گے۔۔۔ وہ خود

جنہوں جائیں گے۔ رالی کبھی نہیں پہنچ سکے گی۔

اور پھر انہوں نے اس جریئے کے درمیان میں ایک گرا گز حا
کھو کر اس کو وفن کر دیا۔ ان کی نشان پر دوسری نشان کے انہاں کی
یہ شایدی پہلی اور آخری قبر تھی۔ اس لاش کو نکالنے کے لئے نہ جانے
کب اڑن ٹھستی آئے گی۔ اور لاش کو نکال کر ایران لے جائے
گی۔ نہ جانتے اس وقت تک یہ لوگ زندہ ہوں گے یا مر پکے ہوں
گے۔ اور اس وقت دنیا کی کیا حالت ہو گی۔ دنیا کی ترقی اس وقت کیا
ہو گی۔ اور اس وقت اترنے والی اڑن ٹھستی کے ساتھ کیا ہو گا۔۔۔۔۔
اڑن ٹھستی والے ان کے ساتھ کیا کریں گے۔